مکارم الاخلاق

دعائے امام سجاد (ع) از صحیفہ کاملہ

ترجمہ وحواشی

علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

مرکز افکار اسلامی

https://www.afkareislami.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکارم الاخلاق

(دُعائے امام زین العابدین علیہ السلام از صحیفہ کاملہ)

ترجمہ وحواشی

علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

ناشر

مرکز افکارِ اسلامی

https://www.afkareislami.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مکارم الاخلاق

اہتمام: مرکز افکارِ اسلامی

تاریخ اشاعت: محرم الحرام ۱۴۴۲ھ (ستمبر 2020ء)

ناشر: مرکز افکارِ اسلامی

خط وکتابت اور کتاب حاصل کرنے کیلئے رجوع کریں

مرکز افکارِ اسلامی

پوسٹ بکس نمبر 621، راولپنڈی، پاکستان

Email: afkareislami@yahoo.com

whatsapp 0092 (0)335 1625579

https://www.afkareislami.com

فہرست کتاب

✲ پیش گفتار ———— 4

● دُعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت (علامہ سیّد علی نقی اعلی اللہ مقامہ) ———— 7

۱۔فضائل متعلقہ بقلب	9		۲۔رذائل متعلقہ بقلب	9
۳۔فضائل متعلقہ بلسان	9		۴۔رذائل متعلقہ بلسان	10
۵۔فضائل متعلقہ بجوارح	10		۶۔رذائل متعلقہ بجوارح	11

● دعائے مکارم الاخلاق (متن وترجمہ) ———— 13

● شرح وحاشیہ دُعائے مکارم الاخلاق (علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ) ———— 27

۱۔ایجابی صفات: ———— 30

ایمان	30	یقین	32	نیّت	33
عمل	35	عدل	35	ذکروفکر	37
تقویٰ	39	محبت ومودّت	42	صلۂ رحمی	43
احسان	43	چشم	44	خوش خلقی	44
اصلاحِ ذات البین	44	راست گوئی	45		

۲۔سلبی صفات: ———— 46

بدعت	46	قیاس	46	عُجب وکبر	48
حسد	49	غیظ وغضب	50	غیبت	50
تعییر	51	سوءظن	52	فحش کلامی	54
دشنام طرازی	54	اسراف	54	تبذیر	55
سوال	56				

☆☆☆☆☆

پیش گفتار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اٰلِهِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاهِرِیۡنَ.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو خلق کیا اور عبادت کو اس کی خلقت کا ہدف قرار دیا۔ پھر دُعا کا حکم دیا اور اِجابتِ دُعا کا وعدہ کیا اور دُعا کو عبادت قرار دیا اور تکبر کی وجہ سے اس عبادت کے انجام نہ دینے والوں کا ٹھکانا جہنم قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾﴾

مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں یقیناوہ ذلیل ہو کر عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔[1]

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ نے کبھی اپنے بندوں کو دُعا کے الفاظ بتائے اور کبھی اپنے بندوں کی پیاری پیاری دُعاؤں کو قرآن کا حصہ بنا دیا۔

دُعا جہاں اللہ سے مانگنے کا ذریعہ ہے وہیں اللہ سے رابطے کا طریقہ بھی ہے۔ انبیاء و صالحین نے بھی روش قرآنی کو اپناتے ہوئے دُعاؤں کا سرمایا چھوڑا۔ ان دُعاؤں کے مجموعوں میں سے ایک مشہور مجموعہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دُعاؤں کا مجموعہ ''الصحیفة الکاملہ السجادیة'' ہے۔

''صحیفہ کاملہ'' چوّن (۵۴) دُعاؤں پر مشتمل ہے۔ یہ دُعائیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے دو بیٹوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب زید شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھوائیں۔ اس املاء کو

---

[1] سورۂ مومن (غافر)، آیت ۶۰۔

https://www.afkareislami.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی سماعت فرمایا۔حضرت امام باقر علیہ السلام نے اپنا تحریر کردہ صحیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سپرد فرمایا اور جناب زید کا نسخہ ان کے فرزند جناب یحییٰ کی طرف منتقل ہوا۔یوں یہ دُعائیں حفظ و سماعت اور نقل و کتابت کے ذریعہ منتقل ہوتی رہیں اور دنیائے اسلام میں پھیل گئیں اور اہل اسلام نے ان دُعاؤں سے معرفت خدا اور تعلیماتِ الٰہیہ کے درس حاصل کئے۔شیعہ سنی علماء اس مجموعہ کی دُعاؤں کو''دُعاءِ علیؑ بن الحسینؑ'' کے عنوان سے نقل کرتے ہیں۔

اس مجموعہ کو''زبور آلِ محمدؐ'' اور''انجیلِ اہل بیتؑ'' کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔جیسے اہلسنت کے مشہور عالم سلیمان قندوزی نے اسے''زبور آل محمدؐ'' لکھا ہے۔[1]

''صحیفہ کاملہ'' اور امام زین العابدین علیہ السلام کی دُعاؤں کے دوسرے مجموعے شیعہ سنی علماء میں عام رائج ہیں۔علامہ شہاب الدین شافعی نے''صحیفہ کاملہ'' کو حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے جانشین رسولؐ ہونے کی دلیل قرار دیا۔[2]

مشہور شیعہ عالم اور''صحیفہ کاملہ'' کے شارح، صاحب ریاض السالکین لکھتے ہیں:

> ''صحیفہ کاملہ'' آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش ولوح کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے۔[3]

اس دور کے مصر کے مشہور سنی عالم، استاد، فلسفی علامہ طنطاوی جوہری نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دُعاؤں کی اہمیت وعظمت پر دو تفصیلی مضمون لکھے جو پاکستان میں شائع شدہ ''صحیفہ کاملہ'' کے مقدمہ میں درج ہیں، وہ تحریر کرتے ہیں:

> کیونکہ مسلمان اب تک اس ذخیرہ سے ناواقف رہے اور کس طرح وہ صدیوں اور پھر صدیوں تک خواب غفلت میں مبتلا رہے اور انہیں احساس تک نا ہوا کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ خدا نے ان کیلئے مہیا کر رکھا ہے۔اگر وہ ان خزانوں کو کھول کر دیکھیں اور

---

[1] ینابیع المودۃ،ص۴۹۹۔

[2] ذخیرۃ المآل،ص۸۹۔

[3] ریاض السالکین،ج ۱،ص۵۱۔

https://www.afkareislami.com

ان اسرار و رموز پر مطلع ہوں تو سمجھیں کہ سنی و شیعہ فرقے دونوں خوامخواہ کیلئے باہمی افتراق میں مبتلا ہیں اور باہمی عداوت کے نشہ میں سرشار ہیں۔[1]

اس طرح کے اور کئی بے شمار حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں مگر اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ المختصر یہ کہ صحیفہ کاملہ کی دُعائیں شیعہ سنی تفریق کے بغیر عالم اسلام کیلئے بہترین ذخیرہ اور عبد و معبود کے درمیان راز و نیاز کا حسین پیرایہ ہونے کے ساتھ معارف اسلامی کا بیش بہا خزینہ ہیں۔

صحیفہ کاملہ کی دُعا نمبر ۲۰ جو ''دُعائے مکارم الاخلاق'' کے عنوان سے درج ہے، انسانی زندگی کا ایک مکمل دستور العمل اور اعلیٰ اسلامی و انسانی اخلاق کا جامع ترین مجموعہ ہے جس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ والے اللہ سے کیا مانگتے ہیں اور کیسے مانگتے ہیں۔

اس مختصر کتاب میں اس دُعا کو پیش کیا جا رہا ہے تاکہ انسان اپنی زندگی کو رب کی مرضی کے مطابق ڈھال سکیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اس دُعا کو عربی اور اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی علامہ سیّد علی نقی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کا اس دُعا کے بارے میں ایک تحقیقی مضمون اور آخر میں ''صحیفہ کاملہ'' کے مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کا اس دُعا کا جامع و علمی حاشیہ شامل کیا جا رہا ہے۔

اس دُعا کا مطالعہ ان شاء اللہ جہاں اعلیٰ اسلامی و انسانی اخلاقی اقدار کے ساتھ بندگی کے آداب سکھائے گا وہیں ''صحیفہ کاملہ'' کے مکمل مجموعے کو پڑھنے کی تشویق بھی دلائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو تعلیماتِ قرآن و اہلبیتؑ کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

مرکز افکار اسلامی

☆☆☆☆☆

[1] صحیفہ کاملہ، مطبوعہ مرکز افکار اسلامی، ص ۶۸۔

https://www.afkareislami.com

دُعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت

حضرت سیّدالعلماء مولانا سیّدعلی نقی اَعْلَی اللّٰہُ مَقَامَہٗ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْخَالِقِ الْعِبَادِ الْبَاسِطِ الْاَرْزَاقِ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْمَبْعُوْثِ لِيُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَ اٰلِهِ الشُّمُوْسِ الطَّالِعَةِ عَلَى الْاٰفَاقِ مَادَامَتِ الْجِيَادُ تَجْرِىْ عَلَى الْاَعْرَاقِ.

انسانی زندگی کو انسانیت کے بلندترین اوصاف سے معمور بنانا خالق انسان کا اہم مقصد ہے جس کیلئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے، کتابیں نازل ہوئیں اور شریعتیں مقرر ہوئیں۔ انہی بلند انسانی اوصاف کا نام ”مکارم الاخلاق“ ہے اور مکارم الاخلاق کی تکمیل کرنا ہی سلسلۂ انبیاءؑ اور نظامِ ہدایت وتشریع کا ماحصل ہے۔ اسی لئے اس سلسلہ کی فردِ اکمل اور رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ.

یعنی میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ بلندترین اخلاق انسانی کی عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔[1]

اور یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا جب تک آپؐ خود اس کا مکمل ترین نمونہ نہ ہوتے۔ اس لئے آپؐ خود اس کمالِ بشری کے درجہ پر فائز بنا کر بھیجے گئے جس کو حضرت احدیت کی جانب سے سند عطا ہوئی کہ ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾[2] اور انہی اخلاق کا بہترین نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] بحارالانوار، ج۶۸، ص ۳۸۲۔
[2] سورۂ قلم، آیت ۴۔

https://www.afkareislami.com

اپنے بعد اپنے اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو چھوڑا۔ ان کی سیرت زندگی کا ہر گوشہ اخلاقی کمالات کے جواہر سے آراستہ تھا۔ لیکن اس کے دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کیلئے بڑی چشم بینا کی ضرورت ہے اور اگر ہم سمجھ بھی لیتے تو ہمیں ان کے اظہار کیلئے مناسب لفظیں ملنا دشوار تھیں۔ مگر ان میں کے ایک فردِ کامل، شہیدِ کربلاؑ کے فرزند حضرت امام زین العابدین سیّد الساجدین علی ابن الحسین عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰبَائِہٖ وَاَبْنَائِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے ان اخلاقی کمالات کے تصور کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر دُعاؤں کی شکل میں خلق خدا کی تعلیم کیلئے محفوظ کر دیا۔

ان دُعاؤں کا مجموعہ ''زبور آل محمدؐ'' معروف بہ ''صحیفہ کاملہ'' یا ''صحیفۂ سجادیہ'' شائع اور متداول ہے۔ ان دُعاؤں میں سے ایک خاص دُعا ''**اَلدُّعَآءُ فِیْ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ مَرْضِیِّ الْاَفْعَالِ**'' ہے جس میں آپؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض و معروض کے سلسلہ میں اپنے خالق سے اعمالِ خیر سے اتصاف اور برے اعمال سے بچنے کی توفیق مانگتے ہوئے تفصیل کے ساتھ تمام ان باتوں کا ذکر فرما دیا ہے جن سے ایک انسان کو متصف ہونا چاہیے اور تمام ان اوصاف کو بھی بیان فرما دیا ہے جن سے ایک انسان کو خالی ہونا چاہیے۔

جہاں تک غور کیا جاتا ہے انسانی کمالات تین شعبوں میں منقسم ہیں: اعتقاد، قول اور عمل۔ پہلے کا تعلق دل سے، دوسرے کا زبان سے، تیسرے کا اعضاء و جوارح سے ہے۔ اسی وجہ سے ایمان بھی تین ہی اجزاء سے مرکب ہے:

تَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ، وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَ عَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ.

اس لئے انسانی فضائل جن سے متصف ہونا چاہئے اور انسانی رذائل جن سے خالی ہونا چاہیے وہ بھی تین ہی قسمیں رکھتے ہیں:

۱۔ ☆ فضائل متعلقہ بقلب	۲۔ ☆ رذائل متعلقہ بقلب
۳۔ ☆ فضائل متعلقہ بلسان	۴۔ ☆ رذائل متعلقہ بلسان
۵۔ ☆ فضائل متعلقہ بجوارح	۶۔ ☆ رذائل متعلقہ بجوارح

https://www.afkareislami.com

اس دُعا میں امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر قسم کے فضائل و رذائل کو انتہائی اختصار کے باوجود اتنی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی توقع ایک مبسوط کتاب ہی سے کی جاسکتی تھی۔

ذیل میں ایک خاکہ ان تمام فضائل ورذائل کا جو اس دُعا میں مذکور ہے درج کیا جاتا ہے:

ا۔فضائل متعلقہ بقلب:

✵ ایمان	✵ یقین	✵ حسنِ نیت
✵ احساسِ عبودیت	✵ احساسِ تواضع	✵ محبت خلق
✵ اہل صلاح پر اعتماد	✵ اطمینان	✵ خیرخواہی
✵ قدر شناسی	✵ نرمی	✵ اکتسابِ فضائل میں رغبت
✵ اپنی نیکیوں کو کم سمجھنا	✵ برائیوں کو زیادہ سمجھنا	✵ ذکر
✵ تفکر	✵ پرہیزگاری	✵ علم باعمل
✵ محبت خدا		

۲۔رذائل متعلقہ بقلب:

☆ غرور	☆ خود بینی	☆ ناز
☆ بے جا شک	☆ بغض	☆ حسد
☆ بدگمانی	☆ خوشامدانہ محبت	☆ خوفِ خلق
☆ عیب جوئی	☆ گمراہی	☆ آرزوئے بے محل
☆ فریفتگی	☆ غفلت	

۳۔فضائل متعلقہ بلسان:

✵ حسنِ ذکر	✵ شکرِ نعمت	✵ اشاعتِ احسان
✵ عیب پوشی	✵ حق گوئی	✵ بارگاہِ الٰہی میں دُعا

https://www.afkareislami.com

☼	تضرع وزاری	☼	حمدِ پروردگار	☼	شکرِ الٰہی
☼	نطق ہدایت				

۴۔رذائل متعلقہ بلسان:

☆	احسان جتانا	☆	غیبت کرنا	☆	عیب لگانا
☆	غیر خدا سے مدد مانگنا	☆	غیر کے سامنے گڑگڑانا	☆	فحش
☆	بیہودہ لفظ	☆	سبّ وشتم	☆	جھوٹی گواہی
☆	غیرِ خدا کو اس کا شریک سمجھ کر پکارنا	☆	جو کچھ دے اسکی تعریف جو نہ دے اسکی مذمت		

۵۔فضائل متعلقہ بجوارح:

☼	حسنِ عمل	☼	فردا کی جوابدہی کا سامان		
☼	غرضِ خلقت میں صرفِ اوقات	☼	لوگوں کے ساتھ بھلائی		
☼	اطاعتِ خدا	☼	رشتہ داروں سے نیکی	☼	ان کی امداد
☼	حسنِ معاشرت	☼	اصلاح کرنیوالے کی فرمانبرداری اور ہدایت کرنیوالے کی پیروی		
☼	ظالموں پر غلبہ	☼	محروم کرنے والوں پر بخشش		
☼	قطعِ رحم کرنے والوں کے ساتھ صلۂ رحم	☼	انصاف		
☼	الگ رہنے والوں کو ملانا	☼	باہمی عداوتوں کو دفع کرنا	☼	جھک کر ملنا
☼	نیک عادتیں اختیار کرنا	☼	فضلیت کی طرف بڑھنے میں سبقت		
☼	دادودہش	☼	برمحل صرف	☼	اتفاق واتحاد کو قائم رکھنا
☼	بدعت والوں کو چھوڑنا	☼	سیدھے راستے پر چلنا	☼	میانہ روی
☼	حق کی طرف رہنمائی	☼	مال کے صرف کرنے میں نیکی کرنا		

https://www.afkareislami.com

✵	عبادت	✵	زہد	✵	علم کے مطابق عمل
✵	روزی کی طلب میں اعتدال				

۶۔ رذائل متعلقہ بجوارح:

☆	کجروی	☆	شیطان کی اطاعت	☆	معیوب عادتیں
☆	رشتہ داروں کے حقوق میں کوتاہی			☆	ساتھ رہنے والوں کو دھکیلنا
☆	برادرانِ ایمانی سے قطع تعلقات			☆	قطعِ رحم
☆	بے جا غصہ سے کام لینا	☆	عبادت میں کسل		
☆	جو لوگ خدا سے الگ ہو گئے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا			☆	اللہ والے لوگوں سے جدا ہونا
☆	غیرِ خدا کے سامنے جھکنا	☆	ظلم	☆	سرکشی
☆	مالِ دنیا کی ہوس	☆	فضول خرچی		
☆	کسبِ مال میں مصروف ہو کر عبادت سے غفلت				

اس فہرست کو اگر دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضخیم کتاب الاخلاق کی فہرست ہے، مگر ان تمام ابواب کو امام علیہ السلام نے چند صفحوں کی دُعا میں اتنی بے نظیر متانت، جامعیت اور بلاغت کے ساتھ ادا فرمایا ہے جس کی نظیر ملنا غیر ممکن ہے۔

پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ ان تمام اچھے اخلاق سے اتصاف اور ان برے اوصاف سے علیحدگی کو بطورِ دُعا اللہ سبحانہ سے طلب کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر تائید الٰہی شامل حال نہ ہو تو تنہا انسان اس مرحلہ کو آخر تک طے کرنے سے عاجز ہے۔

بے شک ابتدائی منزلِ ذوق وشوق میں قدم زنی کرنا انسان کا خود اختیاری فرض ہے، لیکن جب وہ لو لگاتا ہے تو پھر خود لطفِ الٰہی اس کی اصلاح حال اور تائید وتسدید کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[1]۔اسی حقیقت کواس مناجات میں دُعا کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں جبکہ مادیت کا دور دورہ ہے، خلق خدا کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹانے کیلئے آلِ محمد علیہم السلام کے بصیرت افروز کلمات بہترین نسخۂ کیمیا ہیں۔ظاہر ہے کہ جو باتیں دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں وہ دلوں پر اثر کر کے رہتی ہیں۔ہم اگر اپنے لفظوں سے ان باتوں کو ظاہر کرنا بھی چاہیں تو ان کا قارئین کے دلوں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے۔اس لئے کہ نہ دل میں درد ہو اور نہ سوزِ جگر اور نہ ذوقِ طلب اور نہ شوقِ قبول تو پھر تاثیر کیسی ہو؟۔

یہ خوش قسمتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کیلئے ایک بہترین ذریعہ موجود ہے اور وہ آلِ رسولؐ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔اگر پڑھنے والے اور سننے والے میں کچھ بھی صلاحیتِ قبول ہے تو ممکن نہیں کہ یہ دردوسوز اور ذوق وشوق سے بھرے ہوئے کلمات اثر ڈال کر نہ رہیں۔

مبارک ہوں گے وہ جو معصوم علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے اوراد و وظائف میں داخل کریں، ان کے معانی پر غور کریں اور ان سے صحیح فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔والسلام!

☆☆☆☆☆

[1] سورۂ عنکبوت، آیت ۶۹۔

https://www.afkareislami.com

(٢٠) وَكَانَ مِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ مَرْضِيِّ الْاَفْعَالِ

دُعا (٢٠)

پسندیدہ اخلاق وشائستہ کردار کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دُعا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ بَلِّغْ بِاِيْمَانِيْ اَكْمَلَ الْاِيْمَانِ، وَ اجْعَلْ يَقِيْنِيْ اَفْضَلَ الْيَقِيْنِ، وَ انْتَهِ بِنِيَّتِيْ اِلٰى اَحْسَنِ النِّيَّاتِ، وَ بِعَمَلِيْ اِلٰى اَحْسَنِ الْاَعْمَالِ.

بارِالٰہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے ایمان کو کامل ترین ایمان کی حد تک پہنچا دے، اور میرے یقین کو بہترین یقین قرار دے، اور میری نیت کو پسندیدہ ترین نیت، اور میرے اعمال کو بہترین اعمال کے پایہ تک بلند کر دے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّرْ بِلُطْفِكَ نِيَّتِيْ، وَ صَحِّحْ بِمَا عِنْدَكَ يَقِيْنِيْ، وَ اسْتَصْلِحْ بِقُدْرَتِكَ مَا فَسَدَ مِنِّيْ.

خداوندا! اپنے لطف سے میری نیت کو خالص و بے ریا، اور اپنی رحمت سے میرے یقین کو استوار، اور اپنی قدرت سے میری خرابیوں کی اصلاح کر دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ اكْفِنِيْ مَا يَشْغَلُنِي الْاِهْتِمَامُ بِهٖ، وَ اسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا تَسْئَلُنِيْ غَدًا عَنْهُ، وَ اسْتَفْرِغْ اَيَّامِيْ فِيْمَا خَلَقْتَنِيْ لَهٗ، وَ اَغْنِنِيْ وَ اَوْسِعْ عَلَيَّ فِيْ رِزْقِكَ،

بارِالٰہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما، اور مجھے ان مصروفیتوں سے جو عبادت میں مانع ہیں بے نیاز کر دے، اور انہی چیزوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے جن کے بارے میں مجھ سے کل کے دن سوال کرے گا، اور میرے ایام زندگی کو غرض خلقت کی انجام دہی کیلئے مخصوص کر دے اور مجھے (دوسروں سے

وَ لَا تَفْتِنِّيْ بِالنَّظَرِ، وَ اَعِزَّنِيْ وَ لَا تَبْتَلِيَنِّيْ بِالْكِبْرِ، وَ عَبِّدْنِيْ لَكَ وَ لَا تُفْسِدْ عِبَادَتِيْ بِالْعُجْبِ، وَ اَجْرِ لِلنَّاسِ عَلٰى يَدِيَ الْخَيْرَ وَ لَا تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ، وَ هَبْ لِيْ مَعَالِيَ الْاَخْلَاقِ وَ اعْصِمْنِيْ مِنَ الْفَخْرِ.

بے نیاز کردے، اور میرے رزق میں کشائش و وسعت عطا فرما، احتیاج و دست نگری میں مبتلا نہ کر، عزت و توقیر دے، کبر و غرور سے دو چار نہ ہونے دے، میرے نفس کو بندگی و عبادت کیلئے رام کر، اور خود پسندی سے میری عبادت کو فاسد نہ ہونے دے، اور میرے ہاتھوں سے لوگوں کو فیض پہنچا، اور اسے احسان جتانے سے رائیگاں نہ ہونے دے، مجھے بلند پایہ اخلاق مرحمت فرما اور غرور اور تفاخر سے محفوظ رکھ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ لَا تَرْفَعْنِيْ فِي النَّاسِ دَرَجَةً اِلَّا حَطَطْتَنِيْ عِنْدَ نَفْسِيْ مِثْلَهَا، وَ لَا تُحْدِثْ لِيْ عِزًّا ظَاهِرًا اِلَّاۤ اَحْدَثْتَ لِيْ ذِلَّةً بَاطِنَةً عِنْدَ نَفْسِيْ بِقَدَرِهَا.

بارِالٰہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور لوگوں میں میرا درجہ جتنا بلند کرے اتنا ہی مجھے خود اپنی نظروں میں پست کر دے، اور جتنی ظاہری عزت مجھے دے اتنا ہی میرے نفس میں باطنی بے وقعتی کا احساس پیدا کر دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَ مَتِّعْنِيْ بِهُدًى صَالِحٍ لَّاۤ اَسْتَبْدِلُ بِهٖ، وَ طَرِيْقَةِ حَقٍّ لَّاۤ اَزِيْغُ عَنْهَا، وَ نِيَّةِ رُشْدٍ لَّاۤ اَشُكُّ فِيْهَا،

بارِالٰہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسی نیک ہدایت سے بہرہ مند فرما کہ جسے دوسری چیز سے تبدیل نہ کروں، اور ایسے صحیح راستہ پر لگا جس سے کبھی منہ نہ موڑوں، اور ایسی پختہ نیت دے جس میں ذرا شبہ نہ

https://www.afkareislami.com

وَ عَمِّرْنِیْ مَا کَانَ عُمُرِیْ بِذْلَةً فِیْ طَاعَتِكَ، فَاِذَا کَانَ عُمُرِیْ مَرْتَعًا لِّلشَّیْطٰنِ فَاقْبِضْنِیْٓ اِلَیْكَ قَبْلَ اَنْ یَّسْبِقَ مَقْتُكَ اِلَیَّ، اَوْ یَسْتَحْکِمَ غَضَبُكَ عَلَیَّ.

کروں، اور جب تک میری زندگی تیری اطاعت وفرمانبرداری کے کام آئے مجھے زندہ رکھ، اور جب وہ شیطان کی چراگاہ بن جائے تو اس سے پہلے کہ تیری ناراضگی سے سابقہ پڑے یا تیرا غضب مجھ پر یقینی ہوجائے، مجھے اپنی طرف اٹھا لے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ خَصْلَةً تُعَابُ مِنِّیْ اِلَّآ اَصْلَحْتَهَا، وَ لَا عَآئِبَةً اُؤَنَّبُ بِهَآ اِلَّا حَسَّنْتَهَا، وَ لَآ اُکْرُوْمَةً فِیَّ نَاقِصَةً اِلَّآ اَتْمَمْتَهَا.

اے معبود! کوئی ایسی خصلت جو میرے لئے معیوب سمجھی جاتی ہو اسکی اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑ، اور کوئی ایسی بری عادت جس پر میری سرزنش کی جاسکے اسے درست کئے بغیر نہ رہنے دے، اور جو پاکیزہ خصلت ابھی مجھ میں ناتمام ہو، اسے تکمیل تک پہنچا دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَ اَبْدِلْنِیْ مِنْ بِغْضَةِ اَهْلِ الشَّنَاٰنِ الْمَحَبَّةَ، وَ مِنْ حَسَدِ اَهْلِ الْبَغْیِ الْمَوَدَّةَ، وَ مِنْ ظِنَّةِ اَهْلِ الصَّلَاحِ الثِّقَةَ، وَ مِنْ عَدَاوَةِ الْاَدْنَیْنَ الْوَلَایَةَ، وَ مِنْ عُقُوْقِ ذَوِی الْاَرْحَامِ الْمَبَرَّةَ، وَ مِنْ خِذْلَانِ الْاَقْرَبِیْنَ النُّصْرَةَ، وَ

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میری نسبت کینہ توز دشمنوں کی دشمنی کو الفت سے، سرکشوں کے حسد کو محبت سے، نیکوں سے بے اعتمادی کو اعتماد سے، قریبیوں کی عداوت کو دوستی سے، عزیزوں کی قطع تعلقی کو صلہ رحمی سے، قرابتداروں کی بے اعتنائی کو نصرت و تعاون سے، خوشامدیوں کی ظاہری

https://www.afkareislami.com

مِنْ حُبِّ الْمُدَارِيْنَ تَصْحِيْحَ الْمِقَةِ، وَ مِنْ رَدِّ الْمُلَابِسِيْنَ كَرَمَ الْعِشْرَةِ، وَ مِنْ مَرَارَةِ خَوْفِ الظّٰلِمِيْنَ حَلَاوَةَ الْاَمَنَةِ.

محبت کو سچی محبت سے، اور ساتھیوں کے اہانت آمیز برتاؤ کو حسن معاشرت سے، اور ظالموں کے خوف کی تلخی کو امن کی شیرینی سے بدل دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ اجْعَلْ لِّيْ يَدًا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِيْ، وَ لِسَانًا عَلٰى مَنْ خَاصَمَنِيْ، وَ ظَفَرًا بِمَنْ عَانَدَنِيْ، وَ هَبْ لِيْ مَكْرًا عَلٰى مَنْ كَايَدَنِيْ، وَ قُدْرَةً عَلٰى مَنِ اضْطَهَدَنِيْ، وَ تَكْذِيْبًا لِّمَنْ قَصَبَنِيْ، وَ سَلَامَةً مِّمَّنْ تَوَعَّدَنِيْ، وَ وَفِّقْنِيْ لِطَاعَةِ مَنْ سَدَّدَنِيْ، وَ مُتَابَعَةِ مَنْ اَرْشَدَنِيْ.

خداوندا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور جو مجھ پر ظلم کرے اس پر مجھے غلبہ دے، جو مجھ سے جھگڑا کرے اسکے مقابلہ میں زبان (حجت شکن) دے، جو مجھ سے دشمنی کرے اس پر مجھے فتح و کامرانی بخش، جو مجھ سے مکر کرے اسکے مکر کا توڑ عطا کر، جو مجھے دبائے اس پر قابو دے، جو میری بدگوئی کرے اسے جھٹلانے کی طاقت دے، اور جو ڈرائے دھمکائے اس سے مجھے محفوظ رکھ، جو میری اصلاح کرے اس کی اطاعت اور جو راہِ راست دکھائے اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ سَدِّدْنِيْ لِاَنْ اُعَارِضَ مَنْ غَشَّنِيْ بِالنُّصْحِ، وَ اَجْزِيَ مَنْ هَجَرَنِيْ بِالْبِرِّ، وَ اُثِيْبَ مَنْ حَرَمَنِيْ بِالْبَذْلِ،

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس امر کی توفیق دے کہ جو مجھ سے غش و فریب کرے میں اس کی خیرخواہی کروں، جو مجھے چھوڑ دے اس سے حسن سلوک سے پیش آؤں، جو مجھے محروم کرے اسے عطا و

https://www.afkareislami.com

وَ اُكَافِيَ مَنْ قَطَعَنِيْ بِالصِّلَةِ، وَ اُخَالِفَ مَنِ اغْتَابَنِيْ اِلٰى حُسْنِ الذِّكْرِ، وَ اَنْ اَشْكُرَ الْحَسَنَةَ، وَ اُغْضِيَ عَنِ السَّيِّئَةِ.	بخشش کے ساتھ عوض دوں، اور جو قطع رحمی کرے اسے صلہ رحمی کے ساتھ بدلہ دوں، اور جو پس پشت میری برائی کرے میں اسکے بر خلاف اسکا ذکرِ خیر کروں اور حسن سلوک پر شکریہ بجالاؤں اور بدی سے چشم پوشی کروں۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ حَلِّنِيْ بِحِلْيَةِ الصّٰلِحِيْنَ، وَ اَلْبِسْنِيْ زِيْنَةَ الْمُتَّقِيْنَ، فِيْ بَسْطِ الْعَدْلِ، وَ كَظْمِ الغَيْظِ، وَ اِطْفَآءِ النَّآئِرَةِ، وَ ضَمِّ اَهْلِ الْفُرْقَةِ، وَ اِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَ اِفْشَآءِ الْعَارِفَةِ، وَ سَتْرِ الْعَآئِبَةِ، وَ لِيْنِ الْعَرِيْكَةِ، وَ خَفْضِ الْجَنَاحِ، وَ حُسْنِ السِّيْرَةِ، وَ سُكُوْنِ الرِّيْحِ، وَ طِيْبِ الْمُخَالَقَةِ، وَ السَّبْقِ اِلَى الْفَضِيْلَةِ، وَ اِيْثَارِ التَّفَضُّلِ، وَ تَرْكِ التَّعْيِيْرِ، وَ الْاِفْضَالِ عَلٰى غَيْرِ الْمُسْتَحِقِّ، وَ الْقَوْلِ بِالْحَقِّ وَ اِنْ عَزَّ، وَ اسْتِقْلَالِ الْخَيْرِ وَ اِنْ كَثُرَ مِنْ قَوْلِيْ وَ فِعْلِيْ، وَ	بارِالٰہا! محمدؐ اوران کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور عدل کے نشر، غصّہ کے ضبط، اور فتنہ کے فرو کرنے، متفرق و پراگندہ لوگوں کو ملانے، آپس میں صلح صفائی کرانے، نیکی کے ظاہر کرنے، عیب پر پردہ ڈالنے، نرم خوئی و فروتنی اور حسن سیرت کے اختیار کرنے، رکھ رکھاؤ رکھنے، حسن اخلاق سے پیش آنے، فضیلت کی طرف پیش قدمی کرنے، تفضّل و احسان کو ترجیح دینے، خوردہ گیری سے کنارا کرنے اور غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک کے ترک کرنے اور حق بات کے کہنے میں اگرچہ وہ گراں گزرے، اور اپنی گفتار و کردار کی بھلائی کو کم سمجھنے میں اگرچہ وہ زیادہ ہو، اور اپنے قول و عمل کی برائی کو زیادہ سمجھنے میں اگرچہ وہ کم ہو، مجھے نیکوکاروں کے زیور اور پرہیزگاروں کی سج

https://www.afkareislami.com

اسْتِكْثَارِ الشَّرِّ وَاِنْ قَلَّ مِنْ قَوْلِيْ وَ فِعْلِيْ، وَ اَكْمِلْ ذٰلِكَ لِيْ بِدَوَامِ الطَّاعَةِ، وَ لُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ، وَ رَفْضِ اَهْلِ الْبِدَعِ، وَ مُسْتَعْمِلِ الرَّاْيِ الْمُخْتَرَعِ.

دھج سے آراستہ کر، اور ان تمام چیزوں کو دائمی اطاعت اور جماعت سے وابستگی، اور اہل بدعت اور ایجاد کردہ رایوں پر عمل کرنے والوں سے علیحدگی کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ اِذَا كَبِرْتُ، وَ اَقْوٰى قُوَّتِكَ فِيَّ اِذَا نَصِبْتُ، وَ لَا تَبْتَلِيَنِّيْ بِالْكَسَلِ عَنْ عِبَادَتِكَ، وَ لَا الْعَمٰى عَنْ سَبِيْلِكَ، وَ لَا بِالتَّعَرُّضِ لِخِلَافِ مَحَبَّتِكَ، وَ لَا مُجَامَعَةِ مَنْ تَفَرَّقَ عَنْكَ، وَ لَا مُفَارَقَةِ مَنِ اجْتَمَعَ اِلَيْكَ.

بارِالٰہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو اپنی وسیع روزی میرے لئے قرار دے، اور جب عاجز و درماندہ ہو جاؤں تو اپنی قوی طاقت سے مجھے سہارا دے، اور مجھے اس بات میں مبتلا نہ کر کہ تیری عبادت میں سستی و کوتاہی کروں، تیری راہ کی تشخیص میں بھٹک جاؤں، تیری محبت کے تقاضوں کی خلاف ورزی کروں، اور جو تجھ سے متفرق و پراگندہ ہوں ان سے میل جول رکھوں، اور جو تیری جانب بڑھنے والے ہیں ان سے علیحدہ رہوں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَصُوْلُ بِكَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ، وَ اَسْئَلُكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ، وَ اَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ عِنْدَ الْمَسْكَنَةِ، وَ لَا تَفْتِنِّيْ

خداوندا! مجھے ایسا قرار دے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں، حاجت کے وقت تجھ سے سوال کروں، اور فقر و احتیاج کے موقع پر تیرے سامنے گڑگڑاؤں، اور اس طرح

https://www.afkareislami.com

بِالِاسْتِعَانَةِ بِغَيْرِكَ اِذَا اضْطُرِرْتُ، وَ لَا بِالْخُضُوعِ لِسُؤَالِ غَيْرِكَ اِذَا افْتَقَرْتُ، وَ لَا بِالتَّضَرُّعِ اِلٰى مَنْ دُوْنَكَ اِذَا رَهِبْتُ، فَاَسْتَحِقَّ بِذٰلِكَ خِذْلَانَكَ وَ مَنْعَكَ وَ اِعْرَاضَكَ، يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

مجھے نہ آزمانا کہ اضطرار میں تیرے غیر سے مدد مانگوں، اور فقر و ناداری کے وقت تیرے غیر کے آگے عاجزانہ درخواست کروں، اور خوف کے موقع پر تیرے سوا کسی دوسرے کے سامنے گڑگڑاؤں کہ تیری طرف سے محرومی، ناکامی اور بے اعتنائی کا مستحق قرار پاؤں، اے تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِيْ رُوْعِيْ، مِنَ التَّمَنِّيْ وَ التَّظَنِّيْ وَ الْحَسَدِ، ذِكْرًا لِّعَظَمَتِكَ، وَ تَفَكُّرًا فِيْ قُدْرَتِكَ، وَ تَدْبِيْرًا عَلٰى عَدُوِّكَ، وَ مَآ اَجْرٰى عَلٰى لِسَانِيْ مِنْ لَّفْظَةِ فُحْشٍ اَوْ هُجْرٍ ،اَوْ شَتْمِ عِرْضٍ، اَوْ شَهَادَةِ بَاطِلٍ اَوِ اغْتِيَابِ مُؤْمِنٍ غَآئِبٍ، اَوْ سَبِّ حَاضِرٍ، وَ مَآ اَشْبَهَ ذٰلِكَ نُطْقًا بِالْحَمْدِ لَكَ، وَ اِغْرَاقًا فِي الثَّنَآءِ عَلَيْكَ، وَ ذَهَابًا فِيْ تَمْجِيْدِكَ، وَ شُكْرًا لِّنِعْمَتِكَ، وَ اعْتِرَافًا

خدایا! جو حرص، بدگمانی اور حسد کے جذبات شیطان میرے دل میں پیدا کرے انہیں اپنی عظمت کی یاد، اپنی قدرت میں تفکر اور دشمن کے مقابلہ میں تدبیر و چارہ سازی کے تصورات سے بدل دے، اور فحش کلامی، یا بےہودہ گوئی، یا دُشنام طرازی، یا جھوٹی گواہی، یا غائب مومن کی غیبت، یا موجود سے بد زبانی، اور اس قبیل کی جو باتیں میری زبان پر لانا چاہے، انہیں اپنی حمد سرائی، مدح میں کوشش و انہماک، تمجید و بزرگی کے بیان، شکر نعمت و اعتراف احسان اور اپنی نعمتوں کے

https://www.afkareislami.com

بِاِحْسَانِكَ، وَاِحْصَآءً لِّمِنَنِكَ.

شمار سے تبدیل کر دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ لَآ اُظْلَمَنَّ وَ اَنْتَ مُطِيْقٌ لِّلدَّفْعِ عَنِّيْ، وَ لَآ اَظْلِمَنَّ وَ اَنْتَ الْقَادِرُ عَلَى الْقَبْضِ مِنِّيْ، وَ لَآ اَضِلَّنَّ وَ قَدْ اَمْكَنَتْكَ هِدَايَتِيْ، وَ لَآ اَفْتَقِرَنَّ وَ مِنْ عِنْدِكَ وُسْعِيْ، وَ لَآ اَطْغَيَنَّ وَ مِنْ عِنْدِكَ وُجْدِيْ.

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھ پر ظلم نہ ہونے پائے جبکہ تو اس کے دفع کرنے پر قادر ہے، اور کسی پر ظلم نہ کروں جبکہ تو مجھے ظلم سے روک دینے کی طاقت رکھتا ہے، اور گمراہ نہ ہو جاؤں جبکہ میری راہنمائی تیرے لئے آسان ہے، اور محتاج نہ ہوں جبکہ میری فارغ البالی تیری طرف سے ہے، اور سرکش نہ ہو جاؤں جبکہ میری خوشحالی تیری جانب سے ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلٰى مَغْفِرَتِكَ وَفَدْتُّ، وَ اِلٰى عَفْوِكَ قَصَدْتُّ، وَ اِلٰى تَجَاوُزِكَ اشْتَقْتُ، وَ بِفَضْلِكَ وَثِقْتُ، وَ لَيْسَ عِنْدِيْ مَا يُوْجِبُ لِيْ مَغْفِرَتَكَ، وَ لَا فِيْ عَمَلِيْ مَآ اَسْتَحِقُّ بِهٖ عَفْوَكَ، وَ مَا لِيْ بَعْدَ اَنْ حَكَمْتُ عَلٰى نَفْسِيْٓ اِلَّا فَضْلُكَ، فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ تَفَضَّلْ عَلَيَّ.

بارالہا! میں تیری مغفرت کی جانب آیا ہوں، اور تیری معافی کا طلبگار اور تیری بخشش کا مشتاق ہوں، میں صرف تیرے فضل پر بھروسا رکھتا ہوں، اور میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میرے لئے مغفرت کا باعث بن سکے، اور نہ میرے عمل میں کچھ ہے کہ تیرے عفو کا سزاوار قرار پاؤں، اور اب اس کے بعد کہ میں خود ہی اپنے خلاف فیصلہ کر چکا ہوں تیرے فضل کے سوا میرا سرمایۂ امید کیا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور مجھ پر تفضل فرما۔

https://www.afkareislami.com

اَللّٰهُمَّ وَ اَنْطِقْنِيْ بِالْهُدٰى، وَ اَلْهِمْنِي التَّقْوٰى، وَ وَفِّقْنِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَزْكٰى، وَ اسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا هُوَ اَرْضٰى.	خدایا! مجھے ہدایت کے ساتھ گویا کر، میرے دل میں تقویٰ و پرہیزگاری کا القاء فرما، پاکیزہ عمل کی توفیق دے، پسندیدہ کام میں مشغول رکھ۔
اَللّٰهُمَّ اسْلُكْ بِيَ الطَّرِيْقَةَ الْمُثْلٰى، وَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى مِلَّتِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا.	خدایا! مجھے بہترین راستہ پر چلا اور ایسا کر کہ تیرے دین و آئین پر مروں اور اسی پر زندہ رہوں۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ مَتِّعْنِيْ بِالْاِقْتِصَادِ، وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَهْلِ السَّدَادِ، وَ مِنْ اَدِلَّةِ الرَّشَادِ، وَ مِنْ صَالِحِ الْعِبَادِ، وَ ارْزُقْنِيْ فَوْزَ الْمَعَادِ، وَ سَلَامَةَ الْمِرْصَادِ.	اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے (گفتار و کردار میں) میانہ روی سے بہرہ مند فرما، اور درست کاروں اور ہدایت کے رہنماؤں اور نیک بندوں میں سے قرار دے، اور آخرت کی کامیابی اور جہنم سے سلامتی عطا کر۔
اَللّٰهُمَّ خُذْ لِنَفْسِكَ مِنْ نَفْسِيْ مَا يُخَلِّصُهَا، وَ اَبْقِ لِنَفْسِيْ مِنْ نَّفْسِيْ مَا يُصْلِحُهَا، فَاِنَّ نَفْسِيْ هَالِكَةٌ اَوْ تَعْصِمَهَا.	خدایا! میرے نفس کا ایک حصہ اپنی (ابتلاء و آزمائش کیلئے) مخصوص کر دے تاکہ اسے (عذاب سے) رہائی دلا سکے، اور ایک حصہ کہ جس سے اسکی (دنیوی) اصلاح و درستی وابستہ ہے، میرے لئے رہنے دے، کیونکہ میرا نفس تو ہلاک ہونیوالا ہے مگر یہ کہ تو اسے بچا لے جائے۔

https://www.afkareislami.com

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عُدَّتِیْٓ اِنْ حَزِنْتُ، وَ اَنْتَ مُنْتَجَعِیْٓ اِنْ حُرِمْتُ، وَ بِكَ اسْتِغَاثَتِیْٓ اِنْ كَرِثْتُ، وَ عِنْدَكَ مِمَّا فَاتَ خَلَفٌ، وَ لِمَا فَسَدَ صَلَاحٌ، وَ فِیْمَآ اَنْكَرْتَ تَغْیِیْرٌ، فَامْنُنْ عَلَیَّ قَبْلَ الْبَلَآءِ بِالْعَافِیَةِ، وَ قَبْلَ الطَّلَبِ بِالْجِدَةِ، وَ قَبْلَ الضَّلَالِ بِالرَّشَادِ، وَ اكْفِنِیْ مَئُوْنَةَ مَعَرَّةِ الْعِبَادِ، وَ هَبْ لِیْٓ اَمْنَ یَوْمِ الْمَعَادِ، وَ امْنَحْنِیْ حُسْنَ الْاِرْشَادِ.	اے اللہ! اگر میں غمگین ہوں تو میرا ساز و سامان (تسکین) تو ہے، اور اگر (ہر جگہ سے) محروم رہوں تو میری امید گاہ تو ہے، اور اگر مجھ پر غموں کا ہجوم ہو تو تجھ ہی سے داد فریاد ہے، جو چیز جا چکی اس کا عوض اور جو شے تباہ ہو گئی اس کی درستی اور جسے تو ناپسند کرے اسکی تبدیلی تیرے ہاتھ میں ہے، لہٰذا بلا کے نازل ہونے سے پہلے عافیت، مانگنے سے پہلے خوشحالی اور گمراہی سے پہلے ہدایت سے مجھ پر احسان فرما، اور لوگوں کی سخت و درشت باتوں کے رنج سے محفوظ رکھ، اور قیامت کے دن امن و اطمینان عطا فرما، اور حسن ہدایت و ارشاد کی توفیق مرحمت فرما۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ ادْرَاْ عَنِّیْ بِلُطْفِكَ، وَ اغْذُنِیْ بِنِعْمَتِكَ، وَ اَصْلِحْنِیْ بِكَرَمِكَ، وَ دَاوِنِیْ بِصُنْعِكَ، وَ اَظِلَّنِیْ فِیْ ذَرَاكَ، وَ جَلِّلْنِیْ رِضَاكَ، وَ وَفِّقْنِیْٓ اِذَا اشْتَكَلَتْ	اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے لطف سے (برائیوں کو) مجھ سے دور کر دے، اور اپنی نعمت سے میری پرورش اور اپنے کرم سے میری اصلاح فرما اور اپنے فضل و احسان سے (جسمانی و نفسانی امراض سے) میرا مداوا کر، مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے اور اپنی رضامندی میں ڈھانپ لے، اور جب امور مشتبہ ہو جائیں تو جو اُن میں زیادہ قرین صواب

https://www.afkareislami.com

عَلَیَّ الْاُمُوْرُ لِاَهْدَاهَا، وَ اِذَا تَشَابَهَتِ الْاَعْمَالُ لِاَزْكَاهَا، وَ اِذَا تَنَاقَضَتِ الْمِلَلُ لِاَرْضَاهَا.

ہو، اور جب اعمال میں اشتباہ واقع ہو جائے تو جو اُن میں پاکیزہ تر ہو، اور جب مذاہب میں اختلاف پڑ جائے تو جو اُن میں پسندیدہ تر ہو، اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ تَوِّجْنِیْ بِالْكِفَایَةِ، وَ سُمْنِیْ حُسْنَ الْوِلَایَةِ، وَ هَبْ لِیْ صِدْقَ الْهِدَایَةِ، وَ لَا تَفْتِنِّیْ بِالسَّعَةِ، وَ امْنَحْنِیْ حُسْنَ الدَّعَةِ، وَ لَا تَجْعَلْ عَیْشِیْ كَدًّا كَدًّا، وَ لَا تَرُدَّ دُعَآئِیْ عَلَیَّ رَدًّا، فَاِنِّیْ لَاۤ اَجْعَلُ لَكَ ضِدًّا، وَ لَاۤ اَدْعُوْ مَعَكَ نِدًّا.

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے بے نیازی کا تاج پہنا، اور متعلقہ کاموں کو احسن طریق سے انجام دینے پر مامور فرما، اور ایسی ہدایت سے سرفراز فرما جو دوام وثبات لئے ہوئے ہو، اور غنا وخوشحالی سے مجھے بے راہ نہ ہونے دے، اور آسودگی و آسائش عطا فرما، اور زندگی کو سخت دشوار نہ بنا دے، میری دُعا کو رد نہ کر، کیونکہ میں کسی کو تیرا مدّمقابل نہیں قرار دیتا، اور نہ تیرے ساتھ کسی کو تیرا ہمسر سمجھتے ہوئے پکارتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ امْنَعْنِیْ مِنَ السَّرَفِ، وَ حَصِّنْ رِزْقِیْ مِنَ التَّلَفِ، وَ وَفِّرْ مَلَكَتِیْ بِالْبَرَكَةِ فِیْهِ، وَ اَصِبْ بِیْ سَبِیْلَ الْهِدَایَةِ لِلْبِرِّ فِیْمَاۤ اُنْفِقُ مِنْهُ.

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے فضول خرچی سے باز رکھ، اور میری روزی کو تباہ ہونے سے بچا، اور میرے مال میں برکت دے کر اس میں اضافہ کر، اور مجھے اس میں سے امور خیر میں خرچ کرنے کی وجہ سے راہ حق وصواب تک پہنچا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ اكْفِنِيْ مَئُوْنَةَ الْاِكْتِسَابِ، وَ ارْزُقْنِيْ مِنْ غَيْرِ احْتِسَابٍ، فَلَآ اَشْتَغِلَ عَنْ عِبَادَتِكَ بِالطَّلَبِ، وَ لَآ اَحْتَمِلَ اِصْرَ تَبِعَاتِ الْمَكْسَبِ.

بارالہا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے کسب معیشت کے رنج و غم سے بے نیاز کر دے، اور بے حساب روزی عطا فرما، تاکہ تلاشِ معاش میں الجھ کر تیری عبادت سے روگرداں نہ ہو جاؤں اور (غلط و نامشروع) کاروکسب کا خمیازہ نہ بھگتوں۔

اَللّٰهُمَّ فَاَطْلِبْنِيْ بِقُدْرَتِكَ مَآ اَطْلُبُ، وَ اَجِرْنِيْ بِعِزَّتِكَ مِمَّآ اَرْهَبُ.

اے اللہ! میں جو کچھ طلب کرتا ہوں اسے اپنی قدرت سے مہیا کر دے، اور جس چیز سے خائف ہوں اس سے اپنی عزت و جلال کے ذریعہ پناہ دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ صُنْ وَّجْهِيْ بِالْيَسَارِ، وَ لَا تَبْتَذِلْ جَاهِيْ بِالْاِقْتَارِ فَاَسْتَرْزِقَ اَهْلَ رِزْقِكَ، وَ اَسْتَعْطِيَ شِرَارَ خَلْقِكَ، فَاَفْتَتِنَ بِحَمْدِ مَنْ اَعْطَانِيْ، وَ اُبْتَلٰى بِذَمِّ مَنْ مَّنَعَنِيْ، وَ اَنْتَ مِنْ دُوْنِهِمْ وَلِيُّ الْاِعْطَآءِ وَ الْمَنْعِ.

خدایا! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما میری آبرو کو غنا و تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ، اور فقر و تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق پانے والوں سے رزق مانگنے لگوں، اور تیرے پست بندوں کی نگاہِ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنّا کروں، اور جو مجھے دے اس کی مدح و ثنا اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں اور تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ کہ وہ۔

https://www.afkareislami.com

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ ارْزُقْنِيْ صِحَّةً فِيْ عِبَادَةٍ، وَ فَرَاغًا فِيْ زَهَادَةٍ، وَ عِلْمًا فِي اسْتِعْمَالٍ، وَ وَرَعًا فِيْٓ اِجْمَالٍ.

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسی صحت دے جو عبادت میں کام آئے، اور ایسی فرصت جو دنیا سے بے تعلقی میں صرف ہو، اور ایسا علم جو عمل کے ساتھ ہو، اور ایسی پرہیزگاری جو حد اعتدال میں ہو (کہ وسواس میں مبتلا نہ ہو جاؤں)۔

اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ بِعَفْوِكَ اَجَلِيْ، وَ حَقِّقْ فِيْ رَجَآءِ رَحْمَتِكَ اَمَلِيْ، وَ سَهِّلْ اِلٰى بُلُوْغِ رِضَاكَ سُبُلِيْ، وَ حَسِّنْ فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِيْ عَمَلِيْ.

اے اللہ! میری مدت حیات کو اپنے عفو و درگزر کے ساتھ ختم کر، اور میری آرزو کو رحمت کی امید میں کامیاب فرما، اور اپنی خوشنودی تک پہنچنے کیلئے راہ آسان کر، اور ہر حالت میں میرے عمل کو بہتر قرار دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، وَ نَبِّهْنِيْ لِذِكْرِكَ فِيْٓ اَوْقَاتِ الْغَفْلَةِ، وَ اسْتَعْمِلْنِيْ بِطَاعَتِكَ فِيْٓ اَيَّامِ الْمُهْلَةِ، وَ انْهَجْ لِيْٓ اِلٰى مَحَبَّتِكَ سَبِيْلًا سَهْلَةً، اَكْمِلْ لِيْ بِهَا خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ.

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے غفلت کے لمحات میں اپنے ذکر کیلئے ہوشیار کر، اور مہلت کے دنوں میں اپنی اطاعت میں مصروف رکھ، اور اپنی محبت کی سہل و آسان راہ میرے لئے کھول دے، اور اس کے ذریعہ میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو کامل کر دے۔

اَللّٰهُمَّ وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ، كَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ

اے اللہ! محمدؐ اور ان کی اولادؑ پر بہترین رحمت نازل فرما، ایسی رحمت جو اس سے پہلے تو

https://www.afkareislami.com

عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ قَبْلَهٗ، وَ اَنْتَ مُصَلٍّ عَلٰٓى اَحَدٍ بَعْدَهٗ، وَ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَ قِنِيْ بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ النَّارِ.

--☆☆--

نے مخلوقات میں سے کسی ایک پر نازل کی ہو، اور اس کے بعد کسی پر نازل کرنے والا ہو، اور ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی، اور اپنی رحمت سے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

--☆☆--

https://www.afkareislami.com

شرح وحاشیہ دُعائے مکارم الاخلاق

از: علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

بادی النظر میں نیکی و بدی میں امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ نیک و بد اعمال ظاہری صورت کے لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں اور ان میں کوئی امتیازی فرق نظر نہیں آتا۔ چنانچہ زن و مرد کے تعلقات وہ جائز ذریعہ سے ہوں یا ناجائز طریقہ سے دونوں ایک سے ہیں۔ اسی طرح دروغِ مصلحت آمیز و دروغِ بے مصلحت، اَکل حلال اور اَکل حرام، قتل بے گناہ اور قتل خطا کار، ان میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں بھی ایک خلافِ واقع چیز کا بیان کرنا ہے اور یہاں بھی، وہاں بھی پیٹ بھرنا ہے اور یہاں بھی، وہاں بھی انسانی جان سے کھیلنا ہے اور یہاں بھی۔ یونہی متکبّر کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور عام طور سے اترانے اور ماہِ رمضان میں دن کے وقت کھانے پینے اور دوسرے دنوں میں کھانے پینے میں فعل کی نوعیت یکساں ہے۔ تو اس یکسانیت کے باوجود ایک کو اچھائی اور ایک کو برائی، اور ایک کو کارِ ثواب اور دوسرے کو گناہ سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ اور دونوں میں تفریق کرنے کی کیا ضرورت؟۔

اگرچہ حدود و قیود سے آزاد نگاہیں ان میں تفرقہ نہیں کر سکتیں، مگر جو لوگ کسی آئین و شریعت اور ضابطۂ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں وہ ان کی ظاہری ہیئت و صورت اور یکسانیت و یک رنگی پر نظر نہیں کرتے۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان جو حدّ فاصل حائل ہے اس پر نظر کرتے ہوئے دونوں کو بالکل جُدا جُدا تصور کرتے ہیں اور اسی حدّ فاصل سے خیر و شر کی حدیں قائم ہوتیں اور عیوب و محاسن کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور یہ حدّ فاصل اُسی وقت نظر آتی ہے جب ایمان کے ساتھ تقویٰ اپنا نورانی پرتو ڈالتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

https://www.afkareislami.com

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا﴾

اے ایماندارو! اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (نیک و بد میں) ایک حد فاصل قرار دے گا۔[1]

اگر اس حدّ فاصل کو نظر انداز کر کے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ رذیلہ کا معیار عوامی عقل کو قرار دے لیا جائے تو اگرچہ وہ ایک حد تک اخلاقی اصولوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے، مگر اخلاق کا عملی لائحہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ جنہوں نے عقل پر اخلاق کی بنیاد رکھی، وہ یہ نہیں کہتے کہ راست گفتاری و عدل گستری معیوب اور سخاوت وشجاعت بری چیز ہے اور اس کے مقابلہ میں کذب وظلم اور بخل و بزدلی اچھی صفتیں ہیں، مگر ان کے حدود اور مواقع استعمال کیا ہیں تو اس میں ان کی رائیں مختلف نظر آتی ہیں اور ایک، ایک راہ پر چلتا ہے تو دوسرا اس سے بالکل الگ راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ مختلف عقول وافہام کے قائم کردہ نظریات کسی ایک مرکزی نقطہ پر مجتمع نہیں ہو سکتے۔

ایسی صورت میں ان کی پیروی کرنے میں قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا ہوں گی اور مختلف نظریات میں سے صحیح نظریہ کا انتخاب مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ عقل کا دائرہ عمل محدود ہے اور وہ دنیائے محسوسات سے الگ ہو کر کسی قسم کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی اور قدم قدم پر حواس کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں خواہشات و جذبات بھی پرا جمائے ہوئے ہیں جو اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میں خواہشات و جذبات اُبھرتے ہیں تو وہ عقل کے مقابلہ میں اُن سے جلد مغلوب ہو جاتا ہے اور عقل کے صریحی احکام کو ٹھکرا کر ہوائے نفسانی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لہٰذا تنہا عقل نہ کسی صورت میں کافی ہوسکتی ہے اور نہ ہر جگہ اسے معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اس کی روشنی میں اجتماعی زندگی کا نصب العین تو درکنار انفرادی زندگی کا بھی کوئی یقینی، صحیح اور نا قابلِ ترمیم آئین اخلاق ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔

ان حالات میں ایک ایسے معیار کی ضرورت سے انکار نہیں ہوسکتا جو عقل کی درماندگیوں میں

---

[1] سورۂ انفال، آیت ۲۹۔

https://www.afkareislami.com

رہنمائی کر سکے اور ایک ایسا نا قابلِ تغییر آئین پیش کرے جو حیاتِ انسانی کے ہر دور میں قابلِ عمل ہو۔ اور وہ معیار وحی وتنزیل ہے جس کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا آئین وہ ہے جس کے اصول منضبط اور ضوابط نا قابلِ ترمیم ہیں اور جسے حاملانِ نبوت ورسالت ہر دور میں پیش کرتے رہے اور اس کے ذریعہ تہذیبِ نفس وتزکیۂ اخلاق کا درس دیتے رہے ہیں۔

ان معلّمین اخلاق میں سب سے بلند مرتبت حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھوں نے زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کی زلفِ پریشان کو سنوارنے کیلئے وہ تعلیمات دیئے جو محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ یہ تعلیمات صرف قول تک محدود نہ تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگی سیرت کا ایک ضابطہ اور حسن اخلاق کا ایک زندہ قانون تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ علماً وعملاً اخلاقِ حسنہ کی تکمیل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ.

میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تا کہ مکارم الاخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔[1]

اور ان اخلاقی تعلیمات کو زندہ رکھنے کیلئے ان کے اوصیاء و نائبین جو سیرت و کردار اور اخلاق واطوار میں ان کے ورثہ دار اور علم وعمل میں اُن کے آئینہ دار تھے ان تعلیمات کو نشر کرتے اور اپنے قول وعمل سے ان کا احیاء کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے چوتھے وصی و جانشین حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اس دُعائے مکارم الاخلاق میں اخلاقیات کے وہ درس دیئے ہیں جو اخلاقِ نبویؐ کے آئینہ دار اور الہامی تعلیمات کے حامل ہیں اور ان تمام جواہر پاروں کو سمیٹ لیا ہے جو تحلّی بالفضائل (علمی وعملی اوصاف سے آراستگی) اور تخلی عن الرذائل (قبیح و پست عادات سے علیحدگی) پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں جنبوں میں سے اگر ایک جنبہ کمزور ہے تو اس سے دوسرے جنبہ کا متاثر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اخلاقی تکمیل کیلئے ان ایجابی وسلبی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] مجموعۂ ورام، ج۱، ص۸۹۔

ایجابی صفات:

وہ ایجابی صفات جو اس دُعا میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں:

ایمان:

یہ تمام محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہے، اس لئے اسے سرفہرست جگہ دی ہے۔ ''ایمان'' کے معنی تصدیق کے ہیں اور کبھی تصدیق و عمل دونوں کے مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعدد درجات ہیں اور اہل ایمان کے مراتب و درجات میں جو تفاوت ہوتا ہے وہ ایمان ہی کے درجات کے بلند و پست ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ زبیری کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کہا کہ: **اِنَّ لِلْاِیْمَانِ دَرَجَاتٍ وَّ مَنَازِلَ یَتَفَاضَلُ الْمُؤْمِنُوْنَ فِیْهَا عِنْدَ اللّٰهِ**؟: ایمان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں جن کے اعتبار سے ایمان لانے والے اللہ کے نزدیک ایک دوسرے سے فضیلت لے جاتے ہیں؟ **قَالَ نَعَمْ**: حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''ہاں ایسا ہی ہے''۔[1]

✵ چنانچہ پہلا درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کی اُلوہیت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا جائے اور بس۔ یہ ایمان اسلام کا مرادف ہے۔ جب انسان یہ اقرار کر لیتا ہے تو وہ ''مسلم'' کہلانے لگتا ہے اور اس کا ذبیحہ حلال اور جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

✵ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے اعتقاد بھی رکھا جائے، مگر اسلام کے تعلیمات اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا جائے۔

✵ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس اقرار و اعتقاد کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے اور ان فرائض کو پورا کیا جائے جنہیں ترک کرنا کبائر میں داخل ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ یہ واضح رہے کہ احادیث میں جو نماز و حج و زکوٰۃ کے تارک کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس مرتبۂ ایمان سے خارج ہو گیا ہے، یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ تمام مراتبِ ایمان سے خارج ہو گیا ہے کہ اب اُس پر کفر کے احکام عائد ہونے لگیں۔

---

[1] الکافی، ج ۲، ص ۴۰۔

https://www.afkareislami.com

٭ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اقرار و اعتقاد کے ساتھ تمام واجبات بھی بجالائے جائیں اور تمام محرمات سے اجتناب بھی کیا جائے۔

٭ پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ واجبات کے ساتھ مستحبات بھی ادا کئے جائیں اور محرمات کے ساتھ مکروہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔

٭ چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ بعض مباحات کو بھی اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ مبادا یہ کسی بُرائی کا پیش خیمہ بن جائیں اور کوئی غلط قدم اٹھ جائے۔ جیسے زیادہ باتیں کرنے سے اس لئے اجتناب کیا جائے کہ زبان سے کوئی ناشائستہ کلمہ یا جھوٹی بات نہ نکل جائے، یا کسی کی غیبت و بدگوئی نہ ہو جائے۔ یہ انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے ایمان کا درجہ ہے اور اسی درجہ کو امام علیہ السلام نے ''اکمل الایمان'' سے تعبیر کیا ہے۔

''ایمان''، صرف عقبیٰ ہی کا سرمایہ نہیں ہے، بلکہ دنیا میں بھی انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کی فلاح و بہبود اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ جب انسان کے دل و دماغ میں ایک بالادست ہستی کا تصور پیدا ہوتا اور خُدا پرستی کا جذبہ اُبھرتا ہے تو اُسے کچھ ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ چوری، رشوت، خیانت، ظلم اور اس قسم کے دوسرے اخلاقی عیوب سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور خودغرضی و مفاد پرستی کی سطح سے بلند ہو کر سیرت و کردار کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے جس سے اجتماعی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اور بڑی حد تک معاشرے کی بے اعتدالیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ حکومت کا قانون اور اس کا احتساب ایک حد تک ان مفاسد کی روک تھام کرتا ہے، مگر قانون کا خوف انسان کے باطن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتا۔ اور اقتدار اُسی حد تک حفاظت کرسکتا ہے جہاں تک اس کا دسترس ہے۔ وہ بازاروں، کوچوں، عام گزرگاہوں اور مفاسد کے مرکزوں سے برائیوں کو دُور کرسکتا ہے، مگر گھر کے گوشوں اور رات کے اندھیروں میں اُس کا بس نہیں چلتا اور برائی کا چلن بدستور باقی رہتا ہے۔ اس موقع پر خدا کا خوف ہی قلب و روح کو متاثر کرسکتا اور برائیوں سے مانع ہوسکتا ہے۔ حکومت کے کارندے کبھی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی بے راہ روی کی وجہ

https://www.afkareislami.com

سے خود اُن پر نگران چھوڑنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مگر اخلاقی وجدان جو ایمان کی بدولت طاقتور ہوتا ہے ہر دم نگرانی وحفاظت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ خواہ دن کا اُجالا ہو یا رات کا اندھیرا، خلوت ہو یا جلوت، آبادی ہو یا ویرانہ۔

یقین:

کسی چیز کا علم اس طرح ہو جائے کہ اس کے خلاف کوئی احتمال نہ رہے ''یقین'' کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے یقین دو علموں کا مجموعہ ہوگا: ایک معلوم کا علم اور دوسرے اس کے خلاف کے محال ہونے کا علم۔ اور یہ ایمان ہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ.

یقین ہی ایمانِ کامل ہے۔[1]

اس یقین کے تین درجے ہیں:

* پہلا درجہ یہ ہے کہ دھوئیں کو دیکھ کر آگ کی موجودگی کا علم حاصل ہو۔ یہ اہل نظر واستدلال کا یقین ہے۔ جو انہیں ترتیب مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہ ''علم الیقین'' کہلاتا ہے۔
* دوسرا درجہ یہ ہے کہ اُس آگ کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ یہ خواص کو چشم بصیرت و دیدۂ باطن کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ذعلب یمانی نے امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: ''هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ؟'': کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ فرمایا: «لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَّمْ اَرَهُ»[2]: ''میں اُس ربّ کی پرستش نہیں کرتا جس کی جلوہ طرازی میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو''۔ یہ ''عین الیقین'' کہلاتا ہے۔
* تیسرا درجہ یہ ہے کہ آگ کے شعلوں میں کود کر آگ کا علم حاصل ہو، یہ اہل شہود کا یقین ہے جو انہیں مبدأ فیض سے اتصال معنوی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ ''حق الیقین'' کہلاتا ہے۔

---

[1] مجموعۂ ورام، ج ۱، ص ۴۰۔

[2] تفسیر الصافی، ج ۲، ص ۲۳۶۔

https://www.afkareislami.com

امام علیہ السلام نے اسی یقین کو ''افضل الیقین'' فرمایا ہے اور اسی مرتبۂ عالیہ پر فائز ہونے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے۔

نیّت:

کسی عمل کی انجام دہی کے قصد و ارادہ کا نام ''نیت'' ہے۔ اور یہ علم و عمل کے درمیان ایک واسطہ ہے جو ایک طرف علم سے وابستہ ہے اور دوسری طرف عمل سے۔ کیونکہ علم نہ ہو تو قصد نہیں ہوسکتا اور قصد نہ ہو تو عمل واقع نہیں ہوسکتا۔ اور قوائے عمل کے استعمال کے موقع پر یہ ایک ناگزیر اور طبعی چیز ہے۔ چنانچہ شارع کی طرف سے اگر بغیر نیت کے اعمال و عبادات کے بجالانے کا حکم ہوتا تو اس سے کوئی بھی عہدہ برآ نہ ہوسکتا۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ نیت ان الفاظ کا نام نہیں ہے جو کسی عمل کے بجالانے کے وقت زبان سے کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور الفاظ کا تعلق زبان سے۔ اس لئے زبان کے الفاظ کے بجائے دل کے قصد و ارادہ کو نیّت تصور کرنا چاہیے۔

اس نیت کے مختلف درجات ہیں جن کے لحاظ سے اعمال میں رفعت یا پستی پیدا ہوتی ہے۔ اگر نیت میں صدق و خلوص ہے تو عمل بلند اور اگر ریاء و نمود ہے تو عمل فاسد۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ»: ''نیت پر عمل کا انحصار ہے''۔[1]

ان درجات میں سے:

☆ پہلا درجہ یہ ہے کہ اس میں ریا و نمود کارفرما ہو۔ اس نیّت کے ماتحت جو عمل واقع ہوگا اس پر ثواب کا مرتب ہونا تو درکنار گناہ عائد ہوگا۔ عبادات میں جو ریا کارفرما ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ نفس عبادت میں تو ریا نہ ہو لیکن اس کے دوسرے اوصاف میں نمائش مقصود ہو۔ اس طرح کہ گھر پر نماز پڑھی جائے تو مختصر اور گھر سے باہر دوسروں کے سامنے پڑھی جائے تو طویل۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مستحب عبادتوں میں ریا کرے اس طرح کہ گھر میں یا تنہائی میں تو نوافل بجا نہ لائے مگر کہیں دوسری جگہ ہو تو نوافل بھی پڑھے اور نمازِ شب بھی بجالائے۔ اور تیسری قسم یہ ہے

---

[1] مصباح الشریعہ، ص ۵۳۔

کہ واجب عبادتوں میں ریا کرے۔اس طرح کہ گھر میں تو نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور جب دکھلاوے کا موقع ہو تو نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ریا کی یہ صورت سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

☆ نیت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جنّت کی خواہش اور عذاب سے بچاؤ کیلئے عمل کرے۔ یہ نیت اخلاص کے منافی نہیں ہے، کیونکہ شارع نے خود ترغیب وترہیب سے کام لیا ہے۔

☆ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شکر و سپاس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرے تاکہ اس شکر کے نتیجہ میں اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو۔ یہ عمل بھی خلوص کا حامل ہوگا۔اسی طرح اُن عبادات میں جو دنیوی اغراض سے وابستہ ہوتی ہیں ان میں رزق، اولاد وغیرہ کا قصد کرنا صحت واخلاص کے منافی نہ ہوگا۔

☆ چوتھا درجہ یہ ہے کہ حیا کے احساس سے متاثر ہو کر عبادت کرے۔

☆ پانچواں درجہ یہ ہے کہ خدا کے جلال و جبروت کے اثر سے متاثر ہو کر اعمال بجالائے۔

☆ چھٹا درجہ یہ ہے کہ تعمیل حکم کے لحاظ سے عبادت کرے۔

☆ ساتواں درجہ یہ ہے کہ اُسے عبادت کا اہل و سزاوار سمجھتے ہوئے اس کے آگے سرِ نیاز خم کرے۔ یہ نیت ان بندوں سے مخصوص ہے جو تقرب کے مدارج عالیہ پر فائز ہوتے ہیں اور اسی کو حضرتؑ نے ''احسن النیات'' سے تعبیر فرمایا ہے۔کیونکہ اس کے اندر حسن وخوبی اور اظہارِ عبودیت کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔اسی کا ذکر امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے:

مَا عَبَدْتُكَ خَوْفًا مِّنْ نَّارِكَ وَ لَا طَمَعًا فِيْ جَنَّتِكَ، وَ لٰكِنْ وَّجَدْتُكَ اَهْلًا لِّلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ.

میں نے تیری پرستش جہنّم کے ڈر سے اور جنّت کی طمع سے نہیں کی، بلکہ تجھے عبادت کا سزاوار پایا ہے اس لئے تیری پرستش کی ہے۔[1]

سایه طوبیٰ و دلجویی حور و لب حوض
به هوای سر کوی تو برفت از یادم

---

[1] عوالی اللئالی، ج۱،ص ۴۰۴۔

https://www.afkareislami.com

عمل:

اسلام نے اگرچہ ''علم'' کو بڑی اہمیت دی ہے، مگر ''عمل'' کی اہمیت بھی ناقابل انکار ہے، بلکہ علم کی اہمیت بھی اسی صورت میں ہے جب اس کے مقتضیات پر عمل کیا جائے اور اگر اس کے تقاضوں کو ٹھکرا دیا جائے تو وہ علم جہل، بلکہ جہل سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جہالت کبھی معذوری کا سبب قرار پا جاتی ہے مگر علم کے بعد تو کوئی عذر مسموع نہیں ہوتا۔ لہٰذا علم اسی صورت میں سُودمند سمجھا جا سکتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور عمل چونکہ نیت سے وابستہ ہے اس لئے جس مرتبہ پر نیت ہوگی اسی مرتبہ پر عمل ہوگا۔ اگر اس میں نمود وریا ہو تو وہ عمل وبالِ جان ہے۔ اور اگر صدق وخلوص کا حامل ہو تو وہ اُخروی فوز وکامرانی کا پروانہ ہے۔ خداوند عالم عمل کی ظاہری شکل وصورت اور اس کی کمیت و مقدار کو نہیں دیکھتا، بلکہ اس جذبۂ اخلاص کو دیکھتا ہے جس کے ماتحت وہ عمل بجالایا گیا ہو۔ اگر خلوص کے ساتھ کم عبادت ہو تو وہ اس طویل ذکر وریاضت سے بہتر ہے جس میں خلوص کارفرمانہ ہو۔ ایسے اعمال ہی کو امام علیہ السلام نے ''احسن الاعمال'' سے یاد کیا ہے اور قدرت نے انہیں اعمالِ صالحہ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴿١١٠﴾﴾

جو شخص لقائے پروردگار کی آرزو رکھتا ہے اسے عمل صالح بجالانا چاہئے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے۔[1]

عدل:

افراط وتفریط کی دو مختلف سمتوں کے درمیان حدّ وسط کا نام ''عدل'' ہے۔ اس حدّ وسط کے التزام سے ''فضائل'' اور اس سے انحراف کے نتیجہ میں ''رذائل'' وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے بنیادی عناصر چار ہیں: حکمت، عفّت، شجاعت اور عدالت۔

---

[1] سورۂ کہف، آیت ۱۱۰۔

https://www.afkareislami.com

اوران میں سے ہر عنصر وسط اور نقطۂ اعتدال پر واقع ہے اور اگر مرکزِ اعتدال سے اُسے ہٹا دیا جائے تو ایک دوسری ہی نوعیت کی چیز پیدا ہوجائے گی۔

''حکمت'' میں اگر افراط کی صورت ہو تو وہ خباثت اور چالاکی بن جاتی ہے اور تفریط کی صورت ہو تو وہ نافہمی وکند ذہنی ہوجاتی ہے۔

''عفّت'' میں اگر افراط ہو تو وہ خمود و بے حسی ہے اور تفریط ہو تو ہوس رانی وشہوت پرستی کہلاتی ہے۔

''شجاعت'' میں اگر افراط ہو تو وہ قہر وتہور ہے اور تفریط ہو تو بزدلی وکم ہمتی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

اور عدالت حدّ وسط سے انحراف کی صورت میں ظلم یا ذلّت وخواری کی شکل اختیار کرے گی۔اسی طرح دوسرے اخلاقِ فاضلہ میں عدل وتوازن ہی باعثِ حُسنِ خوبی ہے۔چنانچہ ''اقتصاد ومیانہ روی'' میں خوبی اسی لئے ہے کہ وہ بخل اور اسراف کے وسط میں ہے۔اور ''تواضع'' میں حُسن اسی لئے ہے کہ وہ نہ غرور کی حد تک پہنچتی ہے اور نہ ذلّتِ نفس کی سطح پر اُتر آتی ہے۔غرض ہر فضیلت وہ قول سے متعلّق ہو یا عمل سے یا اعتقاد سے، عدل ہی اس کا اصل جوہر ہے۔اور چونکہ ہر چیز میں حدّ وسط سے انحراف کی صورت میں متفرق راہیں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے ضلالت کے راستے متعدد اور ہدایت کا راستہ ایک ہوگا۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ﴾

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔اور دوسرے متعدد راستوں کی پیروی نہ کرو، ورنہ وہ تمہیں حق کی راہ سے منتشر کردیں گے۔[1]

---

[1] سورۂ انعام، آیت ۱۵۳۔

https://www.afkareislami.com

ذکروفکر:

’’ذکر‘‘ یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے اور ’’فکر‘‘ یہ ہے کہ انسان خلقتِ کائنات ومظاہرفطرت پرنظرِ غائرڈال کر صانع کے حُسنِ صنعت کا کرشمہ دیکھے۔’’ذکر‘‘ سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اورغفلت کے پردے چاک ہوجاتے ہیں اور’’فکر‘‘ سے علم ویقین کی روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ جب وہ تعقّل وتفکّر سے کام لیتاہے اوراپنے اندراور باہر کی کائنات میں غوروفکرکرتاہےتو اُسے ہر چیز کی تہ میں ایک حکیمانہ تدبروفہم کارفرمانظرآتا ہے۔خوداپنی ذات پرنظرکرتاہےتو دیکھتاہے کہ نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیادرکھی گئی اور ایک معینہ مدت تک شکمِ مادر میں اس کے نشوونما کے سامان ہوتے رہےاور دُنیائے ہست وبود میں قدم رکھتے ہی سانس لینے کیلئے ہوا،تشنگی بجھانے کیلئے پانی اورگرسنگی دُور کرنے کیلئے ہرطرف رزق کے انبارفراوانی سے موجود۔اور جسمانی ساخت کا ایسا مستحکم نظام جس میں ذرّہ بھرنقص نہیں۔ اس طرح کہ ہڈیوں کے سہارے پرجسم کوکھڑا کیا گیا، اس میں رگوں کا جال اس طرح پھیلایا گیا کہ ازسرتاپا خون کی گردش ہوتی رہےاور ہرعضوکواس کی ضرورت کے مطابق غذا ملتی رہے۔ اور ہڈیوں کے جوڑ بند اس طرح ملائے کہ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں ذرارکاوٹ نہ ہواورتمام وظائف خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہیں۔اس منظّم کارخانہ اوراس کے نظم ونسق کودیکھنے کے بعدوہ یہ تسلیم کرنے کیلئے کبھی آمادہ نہ ہوگا کہ یہ بےشعور مادہ کی کارفرمائی اوربعض عناصر کے اتفاقی تصادم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو کائنات میں یکسانیت اورنظمِ خلقت میں وحدت نظرنہ آتی، جبکہ یہ مسلّم ہے کہ اتفاق نہ حدود کا پابند ہوتاہے نہ قیود کا۔لہٰذا یہ نظم وانضباطِ عالم اس کی قوی دلیل ہے کہ دیکھ بھال کرنے والی کوئی مدبرہستی موجود ہےاور جوں جوں غوروفکر میں ترقی ہوگی، اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین دل کے ہررگ وریشہ میں سرایت کرتا جائےگااوراس کےرُخِ مستور سے شک وابہام کا پردہ اٹھ جائے گا۔

چنانچہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

وَ الْعَجَبُ مِنْ مَّخْلُوْقٍ يَّزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ يَخْفٰى عَلٰى عِبَادِهٖ وَ هُوَ

https://www.afkareislami.com

یَرٰی اَثَرَ الصُّنۡعِ فِیۡ نَفۡسِہٖ بِتَرۡکِیۡبٍ یَّبۡھَرُ عَقۡلَہٗ وَ تَاۡلِیۡفٍ یُّبۡطِلُ حُجَّتَہٗ.

تعجب ہے اس پر جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔
حالانکہ وہ اپنے اندر اس کی صنعت کے ایسے آثار دیکھتا ہے جن کی ترکیب وترتیب
اس کی عقل کو حیران اور اس کے خلاف اس کی ہر دلیل کو توڑ دیتی ہے۔[1]

یونہی کائناتِ عالم کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کس حکمتِ کاملہ سے سورج، چاند اور ان گنت ستارے ضیا پاشی کا سامان کر رہے ہیں، اور فضا میں ہر طرف ہوائیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تاکہ زمین کے ہر حصّہ پر سانس لی جاسکے اور اس کی متموج لہروں کے ذریعہ شرق وغربِ عالم کی آوازوں کو سمیٹا جائے اور اس فرشِ زمین کو کس طرح انسانی بُود وماند کے قابل بنایا گیا ہے کہ نہ اتنا سخت کہ چلنے پھرنے میں تکلیف ہو اور نہ اتنا نرم کہ پیر اندر دھنسنے لگیں۔ اور اجزائے ارضی میں قوت نامیہ ودیعت کر کے اُس کی عریانی کو سبزے سے ڈھانپا اور اس کی گود کو پھلوں اور خوش رنگ پھولوں سے بھرا گیا ہے۔ اور اس کی سیرابی کیلئے بادلوں سے مینہ برسائے گئے اور پہاڑوں سے آبِ شیریں کے چشمے جاری کئے گئے۔ اور اس کی تہہ میں قیمتی دھاتوں کے خزانے بھر دیئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو گیا ہے یا کسی صانع کی اعجاز نمائی ہے۔ جب وہ اپنے اندر اور عالم میں بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھتا تو اس میں شک وتذبذب کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا اور اس کی ہستی کا یقین دل میں راسخ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾

یقین رکھنے والوں کیلئے زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر
بھی تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔[2]

---

[1] بحار الانوار، ج ۳ ص ۱۵۲۔

[2] سورۂ ذاریات، آیت ۲۰-۲۱۔

https://www.afkareislami.com

پھر دنیا کے تغیرات و انقلابات کو دیکھتا ہے کہ جو بنتا ہے وہ بگڑتا ہے، جو کھِلتا ہے وہ مرجھاتا ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ تو کیا یہ تمام کارخانہ شکست و ریخت بغیر کسی مقصد کے ہے؟ غور و فکر اسے اس نتیجہ تک پہنچائے گا کہ جب ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو اس دنیا کی عظیم زندگانی کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہئے۔ اور جب کہ ہر بگاڑ کے پیچھے بناؤ اور سلجھاؤ ہے تو اس فانی زندگی کے پیچھے بھی کوئی باقی و جاوداں زندگی ہونا چاہئے جسے دنیوی زندگی کا مقصد قرار دیا جا سکے۔ اور جب ان دونوں زندگیوں میں موازنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک کا نتیجہ فنا اور ایک کا انجام بقا ہے تو وہ آخرت کی دائمی راحت کو دنیا کی چندروزہ زندگی پر ترجیح دے گا۔ جب غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے تو عمل کی تحریک اور آخرت کے سروسامان کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور اس طرح وہ ذخیرۂ آخرت فراہم کرنے اور عملِ صالح بجالانے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلتَّفَكُّرُ يَدْعُوْ اِلَى الْبِرِّ وَ الْعَمَلِ بِهٖ.

تفکر، نیکی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔[1]

تقویٰ:

''تقویٰ'' نام ہے اس تاثر کا جو عظمت و اقتدارِ الٰہی کے تصور سے انسان کے دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ادائے فرض پر آمادہ ہوتا ہے، تاکہ عقبیٰ کی باز پرس اور جہنّم کے عذاب سے اپنا تحفظ کر سکے۔ خداوند عالم نے بہت سے محامد و اوصاف کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے، جن میں چند یہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں:

✲ ا۔ ''تقویٰ'' ایک ممدوح صفت ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾(١٨٦)

اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑے حوصلہ کے کام ہیں۔[2]

---

[1] الکافی، ج ۲، ص ۵۵۔

[2] سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۶۔

https://www.afkareislami.com

٭ ۲۔ یہ کید ومکر سے حفظ ونگہداشت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا﴾

اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا مکر ذرا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔[1]

٭ ۳۔ یہ تائید ونصرتِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾

اللہ تعالیٰ تو بس ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔[2]

٭ ۴۔ یہ سختیوں سے رہائی اور رزق کی فراوانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

جو خدا سے ڈرے گا تو خدا اس کیلئے رہائی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے سان گمان بھی نہ ہو۔[3]

٭ ۵۔ یہ اصلاحِ عمل کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾

(اے ایمان والو!) خدا سے ڈرتے رہو اور جب کہو تو درست بات کہو تو خدا تمہارے اعمال درست کر دے گا۔[4]

٭ ۶۔ یہ محبت الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۲۰۔

[2] سورۂ نحل، آیت ۱۲۸۔

[3] سورۂ طلاق، آیت ۲۔۳۔

[4] سورۂ احزاب، آیت ۷۰۔۷۱۔

https://www.afkareislami.com

بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔[1]

✲ ۷۔اس پر قبولیتِ اعمال کا انحصار ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۝۲۷﴾

اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کے اعمال قبول کرتا ہے۔[2]

✲ ۸۔یہ دشواریوں کے حل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۝۴﴾

جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے کام میں سہولت و آسانی پیدا کر دیتا ہے۔[3]

✲ ۹۔یہ عفوِ گناہ اور اجرِ عظیم کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا۝۵﴾

جو خدا سے ڈرتا رہے گا تو وہ اسکے گناہ دُور کر دے گا اور اُسے بڑا اجر دے گا۔[4]

✲ ۱۰۔یہ فلاح و کامرانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۲۰۰﴾

خدا سے ڈرو تا کہ تم فلاح و کامرانی حاصل کرو۔[5]

✲ ۱۱۔یہ عزت و سرفرازی کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾

بیشک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔[6]

✲ ۱۲۔یہ موت کے وقت نوید و بشارت کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] سورۂ توبہ، آیت ۴۔

[2] سورۂ مائدہ، آیت ۲۷۔

[3] سورۂ طلاق، آیت ۴۔

[4] سورۂ طلاق، آیت ۵۔

[5] سورۂ آل عمران، آیت ۲۰۰۔

[6] سورۂ حجرات، آیت ۱۳۔

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ؁ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾
وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے، انہیں دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔[1]

✵ ۱۳۔ یہ نجات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:
﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾
پھر انہی کو نجات دیں گے جو ڈرتے رہے ہیں۔[2]

✵ ۱۴۔ یہ فوزِ اُخروی کا ضامن ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:
﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى؁﴾
پرہیز گاری ہی کا تو انجام بخیر ہے۔[3]

محبت و مودّت:

دنیا میں زندگی بسر کرنے کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ ضروری چیز تعلقات کی خوشگواری اور باہمی تعاون و سازگاری ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ضروریات میں ایک دوسرے کا محتاج ہے اور دوسروں سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور محبت و باہمی وابستگی کی صورت میں بآسانی ان ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے اور محبت کے ہوتے ہوئے کسی کو کسی سے شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ کیونکہ محبت ایثار کی مقتضی ہوتی ہے اور روابط محبت کی استواری کے بعد اگر کوئی نقصان ہوتا بھی ہو تو اُسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے شارع اسلام نے نماز پنجگانہ، جمعہ کے اجتماع، مصافحہ اور میل ملاقات کو خاص اہمیت دی ہے، تاکہ لوگوں میں اُلفت و یگانگت کے رابطے بڑھیں اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں، دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کریں اور اپنے بنی نوع کے کام آئیں۔

---

[1] سورۂ یونس، آیت ۶۳۔ ۶۴۔
[2] سورۂ مریم، آیت ۷۲۔
[3] سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۳۲۔

https://www.afkareislami.com

صلۂ رحمی:

''صلہ رحمی'' یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں سے قطع تعلق نہ کرے، نہ انہیں کسی قسم کا گزند پہنچائے اور نہ اُن کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو رنجش و دل شکستگی کا باعث ہو، بلکہ ہر طرح سے اُن کی دلجوئی و ہمدردی کرے، احتیاج و ضرورت کے موقع پر اگر استطاعت رکھتا ہو تو اُن کی مدد کرے، کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ان کی رہائی کیلئے تگ و دو کرے، بیمار ہوں تو عیادت کیلئے جائے، غمی خوشی میں شرکت کرے۔ اس صلۂ رحمی کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے محبت و موانست کے جذبات قوی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ وقت پر کام آتے ہیں، دُکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور اس اجتماع و اتحاد سے قوت و پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ اور احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سے عمر میں اضافہ اور فقر و پریشانی کا ازالہ ہوتا ہے۔

احسان:

کسی کے ساتھ نیکی کرنا ''احسان'' کہلاتا ہے۔ احسان کا پھل دنیا میں ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ چنانچہ انسان جب دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو «اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ»: ''انسان بندۂ احسان ہے'' کی بنا پر دوسرا اس حسن سلوک و ہمدردی سے متاثر ہوگا اور اس کے دل میں محبت و خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں گے اور وہ اس احسان کے بدلہ میں اپنی تمام ہمدردیوں کو اس کیلئے وقف کر دے گا۔ اور وہ خود بھی جب نام و نمود اور ذاتی اغراض کے جذبات سے الگ ہو کر کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے یا کسی نادار کی مدد کرتا ہے تو ایک ایسی ملکوتی مسرت محسوس کرتا ہے جو مادی لذائذ سے کہیں زیادہ کیف افزا ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے احسان کو ناقدری و ناشکری کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تو اسے اس پر کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کا احسان رائیگاں نہیں گیا۔ اس لئے کہ اُس نے روحانی مسرت کے ساتھ محبت الٰہی کی دولت حاصل کر لی ہے۔

https://www.afkareislami.com

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کی محبت ان کیلئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔[1]

چشم:

اگر انسان دوسروں کے عیوب ہی پر نظر رکھے اور کسی موقع پر ''چشم'' سے کام نہ لے تو وہ کبھی اپنی زندگی کو خوشگوار نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انسانوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر اُن کی ہر ہر غلطی پر نظر رکھی جائے اور ہر بات سے اثر لیا جائے تو وہ ان کی نظروں میں کھٹکنے لگے گا اور تعلقات کی خوشگواری ختم ہو جائے گی اور اس طرح وہ اپنے ہاتھ سے اپنے دوستوں کو کھو دے گا اور وقت پر اُسے کوئی معاون و مددگار نہ مل سکے گا۔

خوش خلقی:

یہ وہ جوہر ہے جو اپنی تابانیوں سے چاروں طرف مسرت پھیلاتا اور دل و دماغ کو غم و غصّہ کے مضر جذبات سے بچا کر ایک کیف افزا ماحول میں پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ جو خوش خوئی و نرم روی کے صفات رکھتا ہے وہ نہ تنہا اپنی ذہنی فضا کو پُر مسرت بناتا ہے بلکہ دوسروں کیلئے بھی بساطِ مسرت چن دیتا ہے اور اسطرح وہ بڑی آسانی سے دوسروں کا تعاون حاصل کرتا اور اپنے بگڑے کاموں کو بنالیتا ہے۔

اصلاح ذات البین:

باہم غلط فہمیوں کو دُور کر کے دو شخصوں کو آپس میں ملا دینا ''اصلاح ذات البین'' کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی بات خلافِ واقع کہنی پڑے، اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی طرف سے یہ کہے کہ وہ تمہارے متعلق بڑے اچھے خیال کا اظہار کرتا تھا اور دوسرے سے یہ کہے کہ وہ تمہارے فلاں کام کی بڑی تعریف کرتا تھا تو یہ باتیں اگرچہ خلافِ واقع ہیں لیکن مقصد کی اہمیّت کے پیشِ نظر اس دروغ مصلحت آمیز کی شرعاً اجازت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں طرف سے دل صاف ہو جائیں گے

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۸۔

https://www.afkareislami.com

اور کدورتیں ختم ہو جائیں گی۔اسی اہمیت کے پیشِ نظر قدرت کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں میں (اگر رنجش ہو تو) میل کرا دیا کرو۔[1]

راست گوئی:

علم ویقین کے مطابق کسی بات کے کہنے کا نام سچ اور خلاف واقعہ اظہار کا نام جھوٹ ہے۔خواہ یہ خلافِ واقعہ اظہار زبان سے ہو یا سَر کی حرکت سے یا ہاتھ کے اشارہ سے۔سچ اخلاقی تعمیر کی بنیاد اور خود اعتمادی وذہنی سکون کا سرچشمہ ہے اور جھوٹ سے اطمینان وذہنی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔کیونکہ سچ فطری اور جھوٹ فطرت سے بغاوت ہے۔چنانچہ ایک بچے سے جو ابھی غلط ماحول سے متاثر نہ ہوا ہو، کوئی بات دریافت کی جائے تو بے ساختہ اس کی زبان پر سچی بات آئے گی اور جب پہلے پہل کسی سے کوئی خلافِ واقعہ بات سنتا ہے تو اسے ایک طرح سے حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا؟ اور اس کی صاف وسادہ طبیعت پر یہ چیز گراں گزرتی ہے۔سچا انسان بغیر کسی ہتھیار کے اپنے اندر اتنی قوت رکھتا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔اس کے برخلاف جھوٹا آدمی جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے اندیشہ سے غیر مطمئن اور ذہنی الجھاؤ میں مبتلا اور متذبذب ومتزلزل رہتا ہے۔اور چونکہ لوگ اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتے اس لئے وہ ان کی نگاہوں میں بھی ذلیل اور خود اپنی نظروں میں بھی حقیر ہو جاتا ہے۔اسلام اصلاحِ معاشرہ اور باہمی تعاون واعتماد کا داعی ہے اور یہ دونوں چیزیں سچائی سے وابستہ ہیں۔اس لئے وہ ایک مسلمان کو زندگی کے ہر شعبہ میں سچائی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔خواہ سچائی بہت سے منافع سے محرومی اور جھوٹ بہت سے فوائد کا باعث کیوں نہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عَلَامَةُ الْاِیْمَانِ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَیْثُ یَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ

---

[1] سورۂ حجرات، آیت ۱۰۔

https://www.afkareislami.com

حَيْثُ يَنْفَعُكَ.

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچائی سے نقصان اور جھوٹ سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہو، سچائی ہی کو اختیار کرے۔[1]

سلبی صفات:

وہ اوصاف جن سے انسان کو خالی ہونا چاہیئے تاکہ اخلاق کی تربیت بہ احسن طریق ہو سکے، یہ ہیں:

بدعت:

''بدعت'' کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں اور اصطلاحاً اس چیز کو کہتے ہیں جو قرآن وسنّت کے خلاف ہونے کے باوجود دین میں داخل کر لی گئی ہو۔ یہ حرام اور سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ جیسے نوافل میں جماعت، جمعہ کے دن اذان میں اضافہ، قبل از وقت افطار، اعضائے مسح کو مسح کے بجائے دھونا، امامِ حق کے خلاف بغاوت وغیرہ۔ اور ہر نئی چیز پر بدعت کا اطلاق صحیح نہیں ہے، چنانچہ شہیدؒ نے قواعد میں تحریر کیا ہے کہ صرف انہی چیزوں کو بدعت سے تعبیر کیا جائے گا جو ادلہ تحریم کے تحت میں آتی ہوں اور جو اس کے تحت میں نہ آتی ہوں انہیں حرام نہیں کہا جائے گا، بلکہ اُن میں سے بعض واجب ہیں، جیسے کتاب وسنّت کی تدوین جبکہ ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، اور بعض مستحب ہیں جیسے دینی مدارس کی تاسیس، اور بعض مکروہ ہیں جیسے تزئین مساجد، اور بعض مباح ہیں جیسے آرام ورفاہیت کی زندگی بسر کرنا۔

قیاس:

دین میں ''قیاس'' کے معنی یہ ہیں کہ کسی امرِ مشترک کی وجہ سے ایک چیز کا حکم دوسری چیز پر جاری کرنا، کیونکہ وہ امرِ مشترک ہی اس حکم کی علّت ہے اور علّت کا اتحاد حکم کے اتحاد کا مقتضی ہوتا ہے۔

---

[1] نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۴۵۸۔

https://www.afkareislami.com

اس ''قیاس'' کی تین قسمیں ہیں:

- پہلی قسم قیاس منصوص العلۃ ہے۔ جیسے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: **حُرِمَتِ الْخَمْرُ لِاِسْكَارِهَا**[1]: ''شراب نشہ آور ہونے کے سبب سے حرام ہے'' سے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دینا۔ یہ قیاس صحیح ہے، کیونکہ شارع نے خود علّت کو بیان کر دیا ہے۔
- دوسری قسم قیاس بطریق اولیٰ ہے جیسے ارشادِ الٰہی: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾[2]: ''ماں باپ کو اُفّ تک نہ کہو'' سے گزند واذیت کا حرام قرار دینا۔ یہ قیاس بھی اپنی اولویت کی بنا پر درست ہے۔
- تیسری قسم قیاس مستنبط العلۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے علت کا استنباط کرلیا جائے اور اسے مناطِ حکم قرار دے لیا جائے۔

یہ قیاس شیعی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قیاس ورائے کی تجویز کی ہوئی علّت کا علّت ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ چور کا ہاتھ اگر ایک چوتھائی دینار کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے تو از روئے قیاس غاصب کا ہاتھ بھی اس مقدار پر قطع ہونا چاہئے، حالانکہ وہ ہزار دینار بھی غصب کر لے جب بھی اس کے ہاتھ قطع نہیں ہوں گے۔ اس لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس قسم کے قیاس سے منع کیا ہے تاکہ انسانی رایوں سے شریعت کے خدوخال مسخ نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيْسَتْ مُحِقَ الدِّيْنُ.

سنت میں اگر قیاس کیا جائے تو دین ہی ختم ہو جائے گا۔[3]

البتہ ایک گروہ اس قسم کے قیاس کو صحیح سمجھتا اور اسے شرعی ماخذ قرار دیتا ہے۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اس گروہ کے نمایاں افراد کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ، ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن، زفر ابن ہذیل، عبدالرحمٰن ابن عمرو اوزاعی، سفیان ثوری، مالک ابن انس،

---

[1] بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، ج ۲ ص ۱۹۴۔
[2] سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۴۔
[3] الکافی، ج ۱ ص ۵۷۔

https://www.afkareislami.com

قاضی ابو یوسف اور محمد ابن الحسن الفقیہ۔ ان سب میں حضرت ابوحنیفہ کو ایک خاص شہرت و امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں انہیں اہل قیاس و رائے کا امام تحریر کیا ہے اور زمخشری نے ربیع الابرار میں یوسف ابن اسباط کا یہ قول نقل کیا ہے:

رَدَّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَرْبَعَمِائَةِ حَدِيْثٍ اَوْ اَكْثَرَ.

امام ابوحنیفہ نے چارسو یا اس سے زیادہ حدیثوں کو قیاس کے مقابلے میں ناقابلِ عمل قرار دیا۔[1]

عُجب وکبر:

''عُجب'' (خود بینی) یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی پر ناز کرتے ہوئے دوسروں سے اپنے کو بلند و برتر تصور کرے، اعم اس سے کہ (خواہ) وہ خوبی اس میں پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو، یا جسے وہ خوبی سمجھ رہا ہے وہ واقع میں خوبی ہو یا صرف اسے خوبی تصور کر لیا ہو۔ اور ''کبر'' (غرور) یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں ایسے افعال و حرکات کا مظاہرہ کرے جن میں اپنی بلندی اور دوسروں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ مثلاً کسی کے ساتھ کھانے پینے میں ناک بھوں چڑھائے، غریب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کرے، راستہ چلنے میں ساتھ والوں سے آگے رہنے کی کوشش کرے، دوسروں سے سلام کا منتظر رہے اور بات چیت میں بے رُخی و بے التفاتی کا رویہ اختیار کرے۔ یہ تمام چیزیں تکبّر کی علامات ہیں۔ ایسا شخص فیضانِ رحمت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ چنانچہ جب مینہ برستا ہے تو سر بلند چوٹیوں پر سے پانی گزر جاتا ہے اور جہاں نشیب ہوتا ہے وہاں جمع ہو جاتا ہے اور اس کے رگ و ریشہ کو سیراب کر دیتا ہے۔

اس غرور و خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آغاز و انجام کو دیکھے کہ «**اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ وَّ اٰخِرُهٗ جِيْفَةٌ**»[2]: ''اس کی ابتدا نطفہ اور انتہا مردار ہے''، اور اپنی شکستگی و درماندگی پر نظر کرے کہ وہ

---

[1] ربیع الابرار، ج ۱، ص ۳۱۱۔

[2] نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۴۵۴۔

https://www.afkareislami.com

زندگی کے ہر گوشہ میں سراپا احتیاج ہے، اور ہر مرحلہ پر دوسروں کے سہارے کا منتظر، جب پیدا ہوا اس وقت دوسروں کی تربیت ونگرانی کا دست نگر، جب مرے گا اس وقت دوستوں کے قبر تک پہنچانے کا محتاج، اور جب تک زندہ رہا لباس، رہائش، غذا، دوا، غرض زندگی کے تمام ضروریات میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا رہا۔ اس کے مقابلہ میں حیوان کا دائرہ احتیاج کہیں محدود ہے۔ وہ اپنی جائے رہائش، خوراک خود مہیّا کر لیتا ہے، لباس کی اسے احتیاج نہیں، مرض کا حملہ اس پر بہت کم ہوتا ہے اور جب ہوتا ہے تو اپنی دوا خود تلاش کر لیتا ہے۔

اگر انسان کو اپنے حسب ونسب پر غرور ہو تو اسے غور کرنا چاہئے کہ اس میں اس کی کارکردگی کا کیا دخل ہے کہ بلند نسبی اس کیلئے سرمایۂ افتخار بن سکے۔ اُسے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ اپنے آباء کے کمالات کا ورثہ دار ہے، یا ننگِ اسلاف۔ اگر ورثہ دار ہے تو یہی ذاتی جوہر کیا کم ہے کہ وہ قصرِ عز وافتخار کی تعمیر کیلئے بوسیدہ ہڈیوں کا سہارا ڈھونڈے۔ اور اگر باعثِ ننگ ہے تو ان پر افتخار موجبِ عار ہے۔

اور اگر مال ودولت کی وجہ سے غرور ہو تو یہ دیکھے کہ یہ تو مبروص اور کوڑھی لوگوں کے پاس بھی فراوانی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کافر بے دین بھی اس میں سے زیادہ حصہ سمیٹ سکتا ہے۔ تو اس پر فخر ہی کیا جس میں ایک کافر بھی بڑھ جائے۔ اور قوت وطاقت پر ناز ہو تو ایک چیونٹی کو دیکھے کہ وہ دن بھر چلتی پھرتی اور اپنے سے چار سو گنا بوجھ اٹھا لیتی ہے، مگر تھکتی نہیں، اور شہد کی مکھی ایک قطرہ شہد تیار کرنے کیلئے تین سو پھولوں کا رَس چوستی ہے مگر تھکن محسوس نہیں کرتی، اور مچھر انتہائی قلیل غذا کے باوجود دن بھر پرواز کر سکتا ہے اور اسے چند گھنٹے بھی پیدل چلنا پڑے تو ہلکان ہو جائے۔

حسد:

یہ ایک شدید قسم کا نفسانی مرض ہے جو حاسد کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ حسد سے نہ محسود کا کچھ بگڑ سکتا ہے، نہ اس کی نعمتیں اور آسائشیں سلب ہو سکتی ہیں۔ پھر جَلنا اور کڑھنا تقاضائے ہوشمندی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ دوسرے کو نقصان پہنچنے کے بجائے خود اس کیلئے تلخیوں کے ایسے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں جو اسے ہمیشہ قرار وسکون سے محروم اور ذہنی الجھنوں

میں مبتلا رکھتے ہیں۔

چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَقَلُّ النَّاسِ لَذَّةً اَلْحَسُوْدُ.

حاسد سب سے بڑھ کر تلخ کام ہوتا ہے۔[1]

اگر اسے یہ یقین ہو کہ خداوند عالم جو کچھ کرتا ہے اس میں خیر و مصلحت ہی کار فرما ہوتی ہے۔ اگر کسی کو عزت و اقبال اور جاہ و ثروت سے وافر حصہ دیتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ لہٰذا حسد کرنا حکمت و مصلحت الٰہی کے خلاف چاہنا ہے اور یہ ایک طرح سے سرکشی و الحاد ہے جو خیر و سعادت سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

غیظ و غضب:

یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جس کے نتیجہ میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل جاتے ہیں، یا ہاتھ سے ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس کے نتائج عموماً ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ اگر اس ہیجانی کیفیت پر صبر و ضبط کے ذریعہ غلبہ پا لیا جائے تو بہت سے مفاسد کا سد باب ہو جاتا ہے اور دوسرے رفیق پر یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ اس زیادتی پر جو غصہ دلانے کا باعث ہوئی ہے خود نادم و شرمسار ہوتا ہے اور اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پر آمادہ ہو جاتا ہے جس سے تلخی پھر خوشگواری سے بدل جاتی ہے۔

غیبت:

کسی مومن کی پس پشت برائی کرنا ''غیبت'' کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی ناشائستہ خصلت ہے کہ انسان دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے تاکہ اپنی عادت کو پورا کرنے کیلئے اُسے مواد حاصل ہوتا رہے۔ قدرت نے اس خصلت کو مُردار خواری سے تعبیر کیا ہے، تاکہ انسان کی فطری کراہت کو اُبھار کر اُسے نفرت دلائے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۹۵۔

https://www.afkareislami.com

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا﴾

تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیاتم میں سے کوئی یہ گوارا کرے گا کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔[1]

غیبت سے منع کرنے اور اس سے نفرت دلانے کیلئے اس سے بہتر کیا تعبیر ہوگی کہ یہ غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ یہ قید اس لئے ہے کہ مُردہ نہ زبان سے کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ہاتھ سے روک سکتا ہے جس طرح چاہو اسے چیرو پھاڑو اور اس کی بوٹیاں نوچو۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کی غیبت کی جاتی ہے کہ وہ نہ غیبت کرنے والے کی زبان روک سکتا ہے اور نہ اُسے منع کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب بُرائی اس کے پسِ پشت ہوتی ہے۔ اس غیبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے آپس میں نفرت بڑھتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس نفرت کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ خاندانوں اور قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ جس سے ایسے مفاسد جنم لیتے ہیں جو تباہی و بربادی کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

تعییر:

کسی شخص کو اس کے عیب یا گناہ کی بنا پر مطعون قرار دینا ''تعییر'' کہلاتا ہے۔ یہ بھی بعض لوگوں کا دلچسپ مشغلہ ہے کہ وہ جس میں کوئی بری بات دیکھتے ہیں اس کی تنقیص شروع کر دیتے ہیں اور بعض تو اپنی تقشّف پسندی و تنگ مزاجی کی وجہ سے اُسے نہی عن المنکر کے قبیل سے تصور کرتے ہوئے موقع و بے موقع زبانِ طعن کھول دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ خود اپنا جائزہ لیں تو اس جیسے کتنے ہی عیوب ان کے اندر موجود ہوں گے۔ درحقیقت یہ عیب بینی و نکتہ چینی اپنی ہی خامی ہوتی ہے جو دوسروں کے اندر نظر آتی ہے:

ای بسا ظلمی که بینی در کسان خوی تو باشد دریشان ای فلان

اگر یہ گناہ سے نفرت دلانے اور نصیحت و خیر خواہی کے عنوان سے ہو تو یہ نہی عن المنکر کے قبیل

---

[1] سورۂ حجرات، آیت ۱۲۔

https://www.afkareislami.com

سے سمجھی جائے گی جو اپنے محل ومورد سے وابستہ ہے، مگر یہ نکتہ چینی تو علاج کے بجائے دوسرے کی تحقیر و تذلیل کیلئے ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ خود اس عیب سے بری ہیں۔ لیکن بری ہوں بھی تو اس کا ذمہ تو نہیں لے سکتے کہ ان کا دامن کبھی داغدار نہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ جو آج دوسروں میں کیڑے ڈال رہے ہیں کل ان میں بھی پڑ جائیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ عَيَّرَ مُؤْمِنًا بِذَنْبٍ لَّمْ يَمُتْ حَتّٰى يَرْكَبَهٗ.

جو کسی مومن پر اس کے کسی گناہ کی وجہ سے عیب لگاتا ہے وہ ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہوکر مرتا ہے۔[1]

سوءظن:

کسی مسلم ومومن کے متعلق خود ساختہ قرائن کی بنا پر خیال فاسد قائم کرنا سوءظن کہلاتا ہے۔ یہ چیز خبث فطرت وسُوء باطن کی دلیل ہے جس کے نتیجہ میں باہمی تعاون واعتماد کا ماحول ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے قدرت نے بدگمانی کو گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچے رہا کرو کیونکہ بعض گمانِ بد گناہ ہوتے ہیں۔[2]

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَهٗ وَ عِرْضَهٗ وَ اَنْ يُّظَنَّ بِهٖ ظَنُّ السَّوْءِ.

خداوند عالم نے مُسلم کا خون بہانے، اس کی عزّت پر حملہ آور ہونے اور اس

[1] الکافی، ج ۲، ص ۳۵۶۔

[2] سورۂ حجرات، آیت ۱۲۔

https://www.afkareislami.com

کے متعلق سوءِظن رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔[1]

بدگمانی کو وہی شخص اپنے دل میں جگہ دے گا جس کا دل خود صاف نہ ہوگا۔ اس لئے کہ انسان ہر آئینہ میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور جیسا وہ خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کے متعلق تصور قائم کرنے لگتا ہے۔ اور جس کا دل پاک وصاف ہوگا وہ بدگمانی کو اپنے دل میں نہ آنے دے گا اور نہ زبان سے کوئی ایسی بات کہے گا جس سے بدگمانی کا اظہار ہوتا ہو۔ اس قسم کی بدگمانی صرف اغوائے شیطانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اندرونی کیفیت و باطنی حالت پر خداوندعلیم وخبیر کے علاوہ کوئی دوسرا آگاہ نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی دوسرے کے اندر جھانک کر نیت کی اچھائی یا بُرائی کو دیکھ سکتا اور دل کا حال جان سکتا ہے۔ لہٰذا کسی کے متعلق بے جانے، بے دیکھے ایک خیال قائم کر لینا صرف اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ شیطان نے اس کی قوت واہمہ میں نیکی کا تصور قائم کرنے کے بجائے بُرا تصور قائم کر دیا ہے اور جو تصور شیطانی وسوسہ کا نتیجہ ہو اس پر اثرات مرتب کرنا غلط ہوگا۔ اس طرح کہ کسی کو خیرات کرتے دیکھیں تو یہ خیال قائم کرلیں کہ یہ نام ونمود کیلئے ایسا کر رہا ہے، یا کوئی اور عملِ خیر کر رہا ہو تو اُسے اُس کی ذاتی غرض پر محمول کیا جائے۔ ہمیں ظاہر کو دیکھتے ہوئے حُسنِ ظن ہی سے کام لینا چاہئے۔ رہا نیّت کا سوال تو اس کا محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب حسن ظن ہی پر بنیاد ہے تو پھر جو ہو اس پر اعتماد کر لینا چاہیے۔ جسے چاہیں گھر میں چھوڑ جائیں جسے چاہیں اپنا مال سپرد کر دیں۔ اور جو شخص کوئی دعویٰ کرے اُسے بغیر دلیل وسند کے تسلیم کر لیں تو یہ حزم واحتیاط اور تقاضائے عقل کے خلاف ہوگا۔ ایسے موارد پر حسن ظن کو بنیاد نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ہر ایک پر پرکھے بغیر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

وَ الطُّمَأْنِيْنَةُ اِلٰى كُلِّ اَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ.

پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز وکمزوری کی دلیل ہے۔[2]

---

[1] ریاض السالکین، ج۳،ص ۳۲۰۔

[2] نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۳۸۴۔

https://www.afkareislami.com

فحش کلامی:

یہ بازاری لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ اپنے جیسے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اول فول بکنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔مگر ایک شریف ومعیاری انسان کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ وہ اپنی زبان پر کوئی فحش کلمہ آنے دے۔ اور اگر کسی موقعہ پر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ کوئی فحش کلمہ کہنا پڑے تو وہ اسے اشارے کنائے سے ادا کرے گا اور کُھل کر کہنے سے ہچکچائے گا۔

دشنام طرازی:

یہ عادت نفس کی خباثت ودنایت کی علامت ہے۔اس سے مقصد دوسروں کو گزند پہنچانا ہوتا ہے اور کبھی بُرے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہرحال یہ کسی کو گزند پہنچانے کیلئے ہو یا بر بنائے عادت، انتہائی اشتعال انگیزی کا باعث ہوتی ہے جس سے جھگڑے، فساد اور خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کبھی قتل ایسے سنگین جرم کا بھی ارتکاب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا کوئی گالی دے تو گالی کا جواب گالی سے دینے کے بجائے صبر وتحمل سے کام لینا چاہیئے اور گالی گلوچ سے اپنی زبان کو بچائے رکھنا چاہیئے تاکہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے۔

اسراف:

جہاں جتنا صرف کرنا چاہیئے اس سے زیادہ مقدار میں صرف کرنا ''اسراف'' کہلاتا ہے۔اور بعض اسے دریا دلی سمجھتے ہوئے جہاں ایک صرف کرنا چاہئے وہاں دس صرف کرتے ہیں اور دعوتوں اور نمائشی کاموں میں دل کے حوصلے نکالتے ہیں۔اور جہاں کسی غریب ونادار کی اعانت اور کسی بیوہ و یتیم کی مدد کا سوال آتا ہے تو مالی کمزوری وکساد بازاری کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ایسی دریا دلی نام ونمود کی ہوس کا نتیجہ ہوتی ہے اور یہی اسراف ہے۔یہ اسراف اگر کھانے پینے کے سلسلہ میں ہو تو اس کے نتیجہ میں طرح طرح کے امراض سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور دوسرے اُمور میں ہو تو اس کا نتیجہ تباہی وبدحالی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ کسی منچلی طبیعت والے نے کسی تقریب میں نام ونمود کی خاطر یا رسم ورواج کو نباہنے کیلئے زمین یا مکان کو رہن رکھا اور ایک

https://www.afkareislami.com

آدھ دن خوب چہل پہل اور تزک و احتشام دکھانے میں گزارا اور ہوا یہ کہ جو رہا سہا پاس تھا وہ ختم ہوا۔ سود در سود کی بدولت مکان نیلام ہوا۔ اب نہ کوئی ٹھکانہ رہا اور نہ سر چھپانے کی کوئی جگہ۔ انسان راحت و آسائش کی زندگی اسی صورت میں گزار سکتا ہے جب وہ اعتدال و میانہ روی سے کام لے۔ ورنہ اسراف کے نتیجہ میں اقتصادی الجھن اور تنگ دستی و پریشانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تبذیر:

جہاں صرف نہ کرنا چاہئے وہاں صرف کرنا ''تبذیر'' کہلاتا ہے۔ اس بے محل جود و سخا کے مظاہرہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے گرد خوشامدیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس کی بے جا تعریف و خوشامد کر کے اُسے خود پسند بنا دیتے ہیں اور وہ انہیں اپنا خیر خواہ دوست سمجھ کر دیتا دلاتا رہتا ہے اور غریب و نادار اور مستحق و فقیر اُس کے ہاں سے محروم رہتے ہیں۔ یہ بے محل داد و دہش بدبختی کی علامت اور اُخروی سعادت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

> اِذَآ اَرَدْتَّ اَنْ تَعْلَمَ اَشَقِيٌّ الرَّجُلُ اَمْ سَعِيْدٌ، فَانْظُرْ سَيْبَهٗ وَ مَعْرُوْفَهٗ اِلٰى مَنْ يَّصْنَعُهٗ، فَاِنْ كَانَ يَصْنَعُهٗ اِلٰى مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ، فَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِلٰى خَيْرٍ، وَ اِنْ كَانَ يَصْنَعُهٗ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ، فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ.
>
> جب تم یہ جاننا چاہو کہ فلاں شخص بدبخت ہے یا نیک، تو اس کی داد و دہش کو دیکھو کہ وہ کن سے حسنِ سلوک کرتا ہے۔ اگر وہ اہل و مستحق افراد کو دیتا ہے تو وہ بھلائی کی راہ پر گامزن ہے اور اگر نااہل سے سلوک کرتا ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کیلئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔[1]

---

[1] الکافی، ج۴، ص ۳۰۔

https://www.afkareislami.com

سوال:

دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے۔اس لئے کوئی باعزت انسان انتہائی تنگی وعسرت کے باوجود سوال کرنا گوارا نہیں کرسکتا۔ یہ دنیا میں بھی رُوسیاہی کا سبب ہے اور آخرت میں بھی۔اس سے جواب دہی ہوگی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِيَّاكُمْ وَ سُؤَالَ النَّاسِ، فَاِنَّهٗ ذُلٌّ فِي الدُّنْيَا وَ فَقْرٌ تُعَجِّلُوْنَهٗ وَ حِسَابٌ طَوِيْلٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے بچے رہو، کیونکہ یہ دنیا میں ذلّت وفقر کا باعث ہے اور آخرت میں حساب کتاب دینا ہوگا۔[1]

سوال کی عادت عموماً فقر وناداری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس سے انسان عزتِ نفس کھو بیٹھتا ہے۔اسی چیز کے پیشِ نظر صلحاء وابرار احتیاج وتنگ دستی سے پناہ مانگتے رہے ہیں کہ مبادا یہ تنگ دستی سوال پر مجبور کردے اور اخلاق کی پاکیزگی ختم ہوجائے۔مال ودولت سے بھی اگر اس کا مصرف صحیح ہو تو اخلاق کی نگہداشت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰى تَقْوَى اللّٰهِ الْغِنٰى.

وسعتِ مالی، تقویٰ الٰہی میں معین ومعاون ہوتی ہے۔[2]

اسی مال ودولت کی وجہ سے انسان مالی عبادات کو سرانجام دیتا ہے اور حج، خمس، زکوٰۃ، کفّارہ، صلہ رحم وصدقات سب اسی سے وابستہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1] الکافی، ج۴، ص۲۰۔

[2] الکافی، ج۵، ص۷۱۔

صحیفہ کاملہ

اَللّٰھُمَّ وَ اَنْطِقْنِیْ بِالْھُدٰی وَ اَلْھِمْنِیْ التَّقْوٰی
وَ وَفِّقْنِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَزْکٰی وَ اسْتَعْمِلْنِیْ بِمَا ھُوَ اَرْضٰی

خدایا! مجھے ہدایت کے ساتھ گویا کر
میرے دل میں تقوی و پرہیزگاری کا القاء فرما
پاکیزہ عمل کی توفیق دے، پسندیدہ کام میں مشغول رکھ

(دعا نمبر 20 دعائے مکارم الاخلاق)

مرکز افکار اسلامی